

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا لَنَذِيرٌ لَّكَ فِي اللَّهِ لَسِيًّا وَعَجَبًا إِنَّ اللَّهَ بِذُنُوبِكُمْ لَخَبِيرٌ
بیشک جو ایذایتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کو اُن پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں (احزاب)

آدب اور بے ادبی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۶/۲، ۵-۱ ای، ناظم آباد، کراچی سندھ
اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء

ادارہ مسعودیہ

ناشر

إِنَّ الَّذِي يَنْتَوِيهِ مِنَ اللَّهِ رِيسُونٌ لَعَنَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
(بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہو گیا اور آخرت میں) (احزاب)

آرٹیکل آری

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے ؛ پی۔ ایچ۔ ڈی



ادارۃ مسعودیہ

۵، ۶/۲۔ ای، ناظم آباد، کراچی، اسلامی جمہوریہ پاکستان

حقوق طباعت بحق مصنف محفوظ ہیں

ادب و بے ادبی (نور و نار)	کتاب
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	مؤلف
حاجی محمد الیاس	طابع
ادارۃ مسعودیہ، کراچی	ناشر
شاہکار پریس، کراچی	مطبع
۱۹۹۱ء / ۱۴۱۲ھ	طباعت
گیارہ سو	تعداد
۳۵ روپے	قیمت

ملنے کے پتے

- ۱۔ ادارۃ مسعودیہ، ۲۰ / ۵۰۶۔ ای، ناظم آباد، کراچی
- ۲۔ المختار پبلی کیشنز، ۲۵۔ جاپان مینشن، ریٹیل صدر، کراچی
- ۳۔ مدینہ پبلیشنگ کمپنی، ایم۔ اے، جناح روڈ، کراچی
- ۴۔ ضیا۔ القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- ۵۔ شہیر برادرز، اردو بازار، لاہور
- ۶۔ ادارۃ مسعودیہ، ۱۱۔ ملین روڈ، لاہور

انتساب

توجید کے اُن پرستاروں کے نام

- جنھوں نے محبت کے چراغ روشن کیے۔
- جنھوں نے ادب کا سلیقہ سکھایا۔
- جو رمز شناس ادب تھے۔
- جاوہ ادب سے جن کا نہ خیال بھٹکتا تھا، نہ زبان بہکتی تھی، نہ قدم ڈگمگاتے تھے۔
- جو حیرتِ جانناں میں نیچی نگاہوں سے بیٹھے رہتے تھے۔
- حضورِ باریجن کی آواز بلند نہ ہوتی تھی۔
- جو آتے تھے تو اُس کی اجازت سے، بیٹھتے تھے تو اُس کی اجازت سے، اُٹھتے تھے تو اُس کی اجازت سے۔
- جنھوں نے اپنا جان و مال محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دیا تھا۔
- جو ادب کو جانِ ایمان سمجھتے تھے۔
- جو ادب ہی کے لئے چیتے تھے اور ادب ہی کے لئے مرتے تھے۔

نعت شریف

آذ

(حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مُرشدِ طریقت مولوی برہنہ شہید: احمد گنگوہی)
 اچھا ہوں یا بُرا ہوں، غرض جو کچھ نبی ہوں، سو ہوں
 پر ہوں تمہارا، تم میرے محنت دار یا رسول!
 جس دن تم عاصیوں کے شفیع ہو گے پیشِ حق
 اُس دن نہ بھولنا مجھے زہار یا رسول!
 تم نے بھی گر نہ لی نبرد اس حالِ زار کی
 اب جائے کہاں، بتاؤ، یہ لاچار یا رسول!
 دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
 کیا غم گرچہ ہوں میں، بہت خوار یا رسول!
 کیا ڈر ہے اُس کو لشکرِ عصیان و جرم سے
 تم سا شفیع ہو، جس کا مددگار، یا رسول!
 ہو آستانہ آپ کا، امداد کی بڑھیں
 اور اس سے زیادہ کچھ نہیں، درکار، یا رسول!

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی: گلِ زارِ معرفت: مطبوعہ بلالی دُحسانی پریس

زاڈ ۵۰، رہ، ضلع انبالہ، (طبعِ تیسریم)، ص ۶-۷

فہرس

۷	حرفِ آغاز
۱۵	آدم و ابلیس
۱۹	ادب رسالت
۲۵	توہین رسالت
۲۸	تعارف تقویۃ الایمان
۳۵	عبارات تقویۃ الایمان
۳۵	پہلی عبارت
۳۵	دوسری عبارت
۳۶	تیسری عبارت
۳۶	چوتھی عبارت
۳۹	پانچویں عبارت
۴۱	چھٹی عبارت
۴۳	ساتویں عبارت
۴۶	آٹھویں عبارت

۴۸	نویس عبارت
۴۹	دسویں عبارت
۵۱	گیارہویں عبارت
۵۲	بارہویں عبارت
۵۳	تیرہویں عبارت
۵۹	چودھویں عبارت
۶۲	پندرہویں عبارت
۶۴	سولہویں عبارت
۶۶	تاثرات و تمیزات



حرفِ آغاز

عقیدہ توحید بڑی قوت ہے۔ بڑی زبردست قوت۔ اس کا پرستار کبھی رسوا ہونہیں سکتا۔ مگر عقیدہ توحید وہ نہیں جو ابلیس نے پیش کیا کہ انبیاء و اولیاء سے پیٹھ پھیر کر بس اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔ عقیدہ توحید جو قرآن نے پیش کیا کہ دل میں انبیاء و اولیاء کی محبتیں اور عظمتیں لیتے اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔

اقبال نے سچ کہا تھا کہ ہماری بندھنیں دیندہ تختی یہ ہے کہ ہمارے جوان اسلاف سے بے تعلق ہو گئے۔ اس میں شک نہیں کہ انبیاء و اولیاء کی محبتیں قلبِ مسلم کے لئے ایک قسم کے سنگر ہیں۔ یہ سنگر ٹوٹ جائیں تو انسان کہیں نہیں رہتا۔ پھر نہ اللہ کا احترام رہتا ہے۔ نہ بیعت اللہ کا۔

جب زمین پر کوئی بنیاد ہی نہیں تو عمرت کو زمین بوس ہونا ہے۔ قرآن سے یہی ثابت ہونا چاہیے۔ اور قرآن سے بڑھ کر کس کی شہادت ہے؟

وَالْعَصْرَانِ الْاِنْسَانَ لَبِئْسَ مَا لَخَسِيسٍ۔ ابلیس نے اس سنگر کو توڑا، بس اللہ ہی سے رشتہ جوڑا، آدم سے منہ موڑا۔ اس کا انجام جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔ قوتِ قلب و نظر کے لئے اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوب بندوں سے بھی دل شاد و آباد ہونا چاہیے۔ لیکن اب بھی کوششیں درج ہیں کہ انبیاء و اولیاء سے عشق و محبت کا جو بندھن بندھا ہوا ہے اس کو توڑ دیا جائے۔ شکست و ریخت کی اس مہم کا توحیدِخالص کے نام سے پیر کیا جا رہا ہے۔

ہے۔ معیار یہ ہونا چاہیے کہ ایسی کتابیں :-

- جن میں اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں رسول اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اسلام کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اہل بیت اور ائمز و ائمز مطہرات کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں صحابہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اولیاء اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔

ان پر پابندی نہ لگائی جاسکے تو کم از کم ایسی گستاخانہ عبارات و کلمات کو نکال دیا جائے جو قلبِ مسلم کے لئے کرب ناک اور تکلیف دہ ہوں۔ اصل میں یہ حدیث و ترمیم کسی فرقے یا جماعت کے خلاف نہ ہوگی بلکہ نفرت و بے ادبی کے خلاف ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ نفرت و بے ادبی کسی رعایت کی مستحق ہی نہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ فیصلہ کون کرے کہ عبارات گستاخانہ ہیں یا نہیں۔ سو اس کے لئے طریقہ کار یہ ہونا چاہیے کہ کتاب جس زبان میں ہو اس کے ماہر کے سامنے وہ عبارات پیش کی جائیں اور اس سے دریافت کیا جائے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ بعض گستاخانہ عبارات زبان و ادب کے دائرے میں آتی ہیں اور حرمِ محبت میں زبان کی ادنیٰ لغزش پر بھی سخت گرفت ہوتی ہے۔ یہاں دل و زبان دونوں کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے۔ ذرا زبان بے قابو ہوئی اور ایمان رخصت ہوا۔ بے شکہ ایمان کی سلامتی ادب میں ہے۔ ادب کی باتیں عقل نہیں بتا سکتی، یہ باتیں دل بتاتا ہے اس لئے بے ادبی کا حال اہل ادب سے پوچھئے۔ اہل زبان سے پوچھئے۔ اور بے ادبی کا حال اہل شریعت سے پوچھئے۔

اس مقالے کا نام نوز و ناز اس لئے تجویز کیا ہے کہ اس میں جس بیکر ڈرائی کا ذکر ہے

جس کے متعلق حق جہل مجدد نے اعلان فرمایا :-

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝

(ترجمہ) بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا اور روشن کتاب۔
ہاں اس ذاتِ قدسی صفات کی شان میں گستاخوں اور زباں درازیوں کی ایک آگ
سنگائی گئی اور خوب دہکائی گئی۔ مگر آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ کی ٹوسلا دھا بارش نے
اس آگ کو اس طرح ٹھنڈا کر دیا جس طرح ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود کو ٹھنڈا کر دیا گیا تھا
۔۔۔۔۔ دہکتی آگ کو ارشادِ ربانی ہو رہا ہے :-

يُنَادُ كُوفِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝

(ترجمہ) اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا ابراہیم پر۔

ہاں وہ اپنے محبوبوں پر ایسے ہی مہربان ہیں۔
نارِ نمرود کو کیسا گل زار
دوست کو یوں بچا لیا تو نے

اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس ٹھنڈک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
جھلک دیکھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں :-

يا برد نار الخليل ، يا سببا

لعصمة النار و هي تحرق!

(ترجمہ) اے نارِ خلیل کی ٹھنڈک! ۔۔۔۔۔ اے وہ جس نے جلتی آگ سے
خلیل کو بچا لیا۔!

کس کی مجال کہ نیسے محبوب کے لئے آگ سنگائے! — یہاں جلنے والی آگ بھی نہیں جلتی — ٹھنڈی ہو ہو جاتی ہے، مگر سے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

نور و نار کی یہ جنگ جاری ہے — ابلیس نے گستاخی رسول کی بواگ جلاتی تھی وہ کبھی کبھی بھڑک اٹھتی ہے — مگر نار کی سوزشیں، نور کی تابشوں کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور پھر نور ہی نور نظر آتا ہے۔ ط

دل نور، جسگر نور، زباں نور، نظر نور

میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! — دل کو عقیدہ توحید سے مضبوط و قوی کرو کہ

دل ناقوان و کمزور ہے — ہاں یہ مضبوط و قوی ہوگا تو محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی محبت سے — انبیاء علیہم السلام کی محبت سے — اہل بیت کی محبت سے

— صحابہ کرام کی محبت سے — اولیاء عظام کی محبت سے —

علماء حق کی محبت سے — جو گلشن توحید کے گل بوٹے ہیں — جو معرفتِ الہی

کے وسیلے ہیں — جس طرح بے برگ و بار درخت کو پہچاننا مشکل ہے اسی طرح

ان حضرات کی محبت و رہنمائی کے بغیر شجر توحید کی حقیقت کا پانا مشکل ہے — جس طرح

آلاتِ مادیہ اور قوائے رُوحانیہ کے بغیر فضاؤں کی بلندی تک پہنچانا ممکن ہے اسی طرح ان

حضرات کو دیکھے بغیر عقل کا آگے بڑھنا اور معرفتِ الہی کا حاصل کرنا ناممکن ہے —

عقل کی اس دُنیا میں عقل کی بات کیجئے — برگ و بار دیکھ کر درخت کو پہچانتے —

ان سہاروں کو لے کر آگے بڑھیئے — قرآن کا یہی حکم ہے — اللہ اللہ!

قرآن کھولتے ہی پیاروں اور محبوبوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے — ارشاد

ہوتا ہے :-

”ہم کو سیدھی راہ پر چلا، اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان لوگوں
کی جن پر تیرا غضب نازل ہوا“

یہاں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا ذکر فرما کر حق کو باطن سے ممتاز کر دیا اور بتا دیا
کہ حزب اللہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور حضرات اہل اللہ سے محبت کرے۔
اُن کے نقش قدم کو پانے کی دُعا کرے۔ اُن کے راستے پر چلنے کی آرزو کرے۔
اور جب وہ نقش قدم مل جاتے۔ اور جب وہ راستہ پالے۔ تو دل و جان
سے اُس پر چل کر منزل مقصود کو پالے۔ بے شک انہیں کے نشان قدم
منزل مقصود کا پتا دیتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا: ”سچوں کے ساتھ ہو جاؤ“۔

ہاں سے

چاہیے اچھتوں کو جتنا چاہیے
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے؟

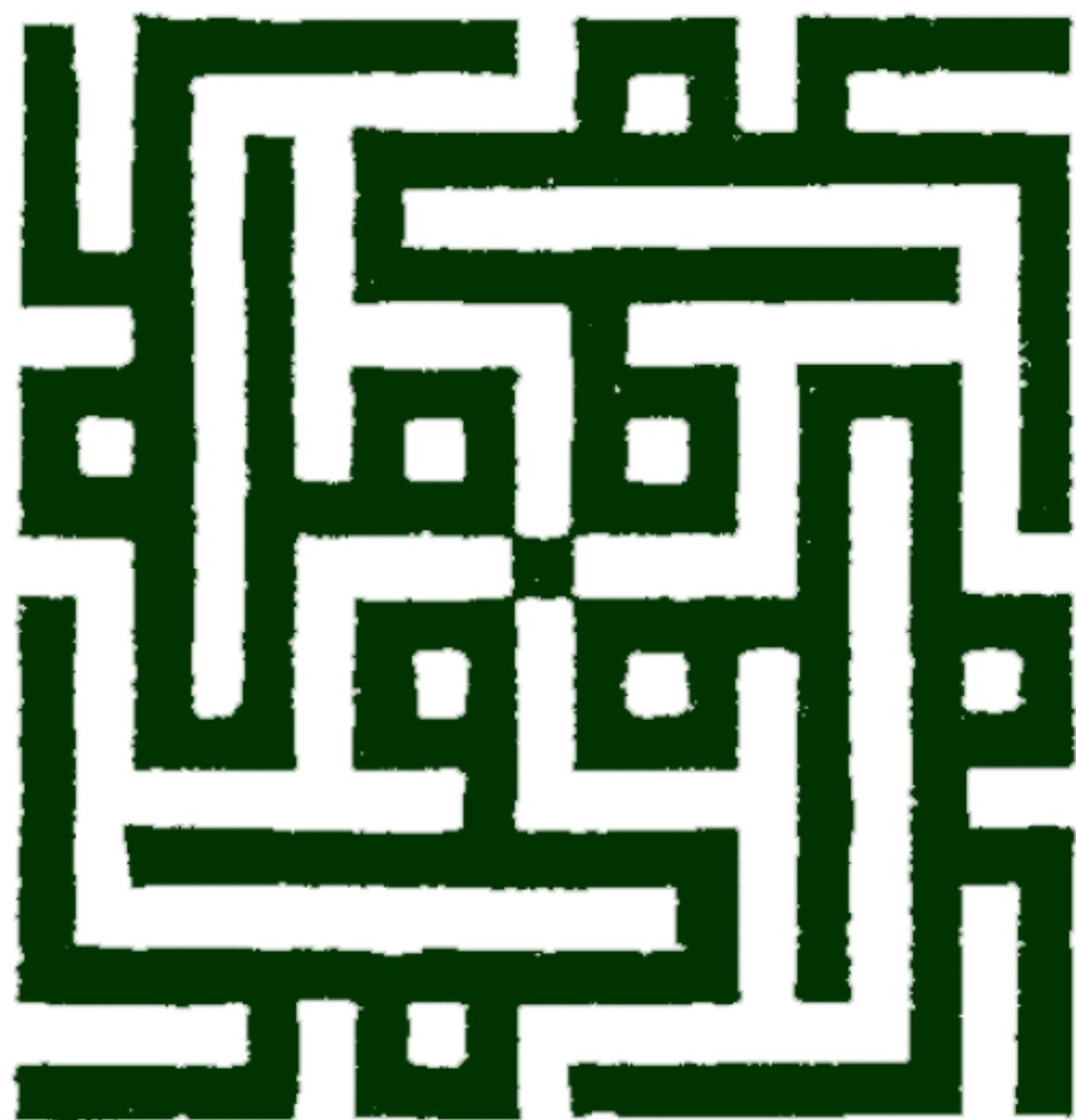
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(پرنسپل، ڈگری کالج، ٹھٹھہ)
(سندھ، پاکستان)

۱۲۰۳ھ

۱۹۸۲ء

آبِ حیات



آدم و ابلیس

اللہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا۔۔۔ اپنے فرشتوں سے کرایا۔۔۔ اپنے سامنے کرایا۔۔۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے آگے سجدہ نہ کرو۔۔۔ نبی و رسول کی تعظیم حد سے زیادہ نہ کرو۔۔۔ مگر یہ کیا ہو رہا ہے؟۔۔۔ یہ کیوں ہو رہا ہے؟۔۔۔ عقل جواب دے۔۔۔ ابلیس بھی تو اللہ سے یہی کہہ رہا تھا جو ہم کہتے پھرتے ہیں۔۔۔ پھر محض اس جرم پر کہ وہ اللہ اور صرف اللہ کے آگے جھکنا چاہتا تھا۔۔۔ غیر اللہ کے آگے جھکنے کو اس کا دل نہ چاہتا تھا، ایسی سزا ملی کہ آج تک کسی کو ایسی سزا نہ ملی۔۔۔ سبحان اللہ یہ بھی کوئی جرم ہے!۔۔۔ پھر یہ سزا کیوں ملی؟۔۔۔ اللہ کی نافرمانی پر ملی یا آدم کی گستاخی پر ملی؟۔۔۔ لیکن بظاہر لغزش تو آدم (علیہ السلام) سے بھی ہوئی۔۔۔ حکم ہوا اس درخت کے پاس نہ جانا۔۔۔ ابلیس نے بہکا دیا۔۔۔ درخت کے قریب چلے گئے پھر جو ہوا سو ہوا۔۔۔ مگر گرفت نہ فرمائی، تینیدہ فرما کر معاف فرما دیا گیا۔۔۔ تو اگر لغزش ہی موجب غضب ہوتی تو آدم (علیہ السلام) کو معاف نہ کیا جاتا۔۔۔ مگر نہیں آدم (علیہ السلام) کی یہ لغزش اللہ کی جناب میں تھی، اس لئے کلمات معذرت القافر ما کر معاف کر دیا گیا۔۔۔ اور ابلیس کی گستاخی اللہ کے محبوب بندے آدم (علیہ السلام) کی جناب میں تھی۔۔۔ جس کو معاف نہ کیا گیا اور ذلت و خواری کا طوق ابد الابد تک اُس کی گردن میں ڈال دیا گیا۔۔۔ بے شک ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا لیکن حقیقت میں تعظیم رسول سے انکار کیا۔۔۔ وہ سرکش نہ تھا۔۔۔ وہ مشرک نہ تھا۔۔۔ وہ بدعتی نہ تھا۔۔۔ وہ موحد تھا موحد۔۔۔ وہ خا بدوزاہد تھا۔۔۔ تو پھر وہ کیوں مارا گیا؟۔۔۔ بلاشبہ گستاخی رسول پر مارا گیا۔۔۔ یہ نکتہ نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، غور فرمائیں اور خوب غور فرمائیں۔۔۔

اگر وہ نافرمانی پر مارا جاتا تو قبضے کو طول نہ دیا جاتا۔۔۔ اللہ کو معلوم تھا کہ اُس نے کیوں انکار

کیا ————— مگر پھر بھی اُس سے پوچھا کہ تو تو سرکش نہ تھا پھر کیا ہوا کہ تُو نے سجدہ سے انکار کر دیا؟ —————
 ہاں یہ اس لئے پوچھا گیا کہ رازِ محبت عالم آشکار ہو جاتے ————— سب کو خبر ہو جائے ————— اُس نے
 کہا کہ خدایا تُو نے مجھے اَل سے پیدا کیا آدم کو خاک سے پیدا کیا ————— میں آدم سے بہتر ہوں —————
 ابلیس نے غلط نہ کہا تھا کہ آدم کو خاک سے پیدا کیا گیا تھا ————— مگر اللہ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ یہ ایسا سچ
 تھا جس سے ایک اولوالعزم نبی کی تہقیر ہوتی تھی، اسی لئے فرمایا کہ تو ہمارے نبی کو حقیر سمجھتا ہے جا، دفع بؤ
 ذلیل و خوار ہو! فَاصْرِحْ اِنَّكَ مِنَ الصَّٰغِرِيْنَ ————— معلوم ہوا کہ نبی کی شان میں کوئی سچی بات بھی
 تہقیر آمیز انداز میں کہی جائے تو بدمی بدبختی اور غضبِ الہی کا سبب بن سکتی ہے ————— بے شک ۛ

نفسِ گم کردہ می آید جنسِ سید و بایزیدِ ایں جا

اللہ اللہ تخلیقِ آدم (علیہ السلام) کے پہلے ہی روز گستاخانِ رسول کا انجام دکھا دیا گیا کہ کوئی آنے والا
 گستاخی کی جرأت نہ کر سکے ————— تا تب رب العالمین کا سکہ چلتا رہے اور اُن کے دامنِ عصمت پر کوئی ہاتھ نہ
 ڈال سکے —————

ابلیس کی بدبختی و بد نصیبی کا سبب آدم (علیہ السلام) کی ذات تھی اِس لئے اس کا پہلا نشانہ آپ کی ہی
 ذات ٹھہری ————— اِس نے آپ کو ہٹکایا ————— اب وہ دلوں میں ہزاروں دوسوں سے ڈالتا ہے۔
 مگر سب سے خطرناک دوسوہ یہی ہے کہ نبی کُچھ نہیں، بس اللہ ہی اللہ ہے۔ ————— یہ وہی بات ہے جس
 نے ابد الابد تک ابلیس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈالا ————— کون ابلیس؟ ————— جو موحد
 تھا ————— جس نے برس پابرس فرشتوں کو تعظیم دی ————— جن ہوتے ہوئے ریاضات و عبادت
 نے جس کو فرشتوں کی صف میں لاکھڑا کیا اور پھر اُس کے سامنے فرشتوں کو زانوئے تہمتہ کرنا پڑا —————
 اور وہ فرشتوں کا اُستاد بنایا گیا ————— اِس بلندی پر پہنچنے کے باوجود ————— اِس شان کے علم و
 فضل اور رُزہ و عبادت کے باوجود ————— دیکھتے ہی دیکھتے آسمانِ عبرت کی بلندیوں سے غارِ ذلت کی پستیوں

میں گرا دیا گیا۔۔۔۔۔ آدم (علیہ السلام) کی جناب میں گستاخی کی پاداش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون و
 مردود ٹھہرا دیا گیا۔۔۔۔۔ معلوم ہوا کہ نبی کی شان میں گستاخی عمر بھر کی نیکیوں اور زلمے بھر کی فحشیتوں کو
 حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیتی ہے۔۔۔۔۔ اللہ اللہ۔۔۔۔۔ جو کبھی عالم تھا۔۔۔۔۔ جو کبھی
 ولی کامل تھا۔۔۔۔۔ جو کبھی معلم الملکوت تھا۔۔۔۔۔ گستاخی رسول کے بعد اب وہ کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔
 پہلے اس کے آگے فرشتے باادب کھڑے ہوتے تھے۔۔۔۔۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اس سے پناہ مانگو
 ۔۔۔۔۔ اس سے دور بھاگو۔۔۔۔۔ حیف! ایک عالم و فاضل اور عابد و زاہد کو گستاخی کہاں
 سے کہاں لے گئی۔۔۔۔۔ قصہ ابلیس و آدم ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔۔۔۔۔
 مگر نہیں آنکھیں نہیں کھلتیں۔۔۔۔۔ اور نہ معلوم جان بوجھ کر یا بے سوچے سمجھے ابلیس کے مشن کو
 تقویت پہنچاتی جا رہی ہے۔۔۔۔۔ اس کا مشن یہی ہے کہ مخلوقِ الہی کو انبیاء و اولیاء سے دور
 لے جایا جائے۔۔۔۔۔ ادران سے بگایا نہ کر کے کہیں کا نہ رکھا جائے۔۔۔۔۔ عظمتِ نبوت اس
 کی ذلت و رسوائی کا سبب بنی۔۔۔۔۔ اس لئے اُس نے آدم، جانشینِ آدم، حضراتِ انبیاء
 علیہم السلام اور وارثینِ انبیاء، حضراتِ اہل اللہ کو اپنا حریف سمجھا ہے اور انہیں کی عزت و ناموس
 کے درپے ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ دلوں کو اُن سے توڑ رہا ہے۔۔۔۔۔ زبانوں کو اُن کی جناب میں
 گستاخ بنا رہا ہے۔۔۔۔۔ خوب بد لئے لے رہا ہے۔۔۔۔۔

حقیقت میں امر رب مقامِ نبی سے عملی بالاتر ہے۔۔۔۔۔ الاہ فی الذی لا یلہ الا وہ
 ابلیس یہ نکتہ نہ سمجھا۔ وہ غیر اللہ کے آگے نہ جھکنے کو جان توڑیہ سمجھا اور اس حربِ محبت کو جلا دیا کہ بندگی محبوب کے
 اشاروں پر چلنے کا نام ہے۔۔۔۔۔ اسی لئے وہ مغلوب و مردود ٹھہرا کہ حربِ محبت سے نا آشنا تھا۔
 ۔۔۔۔۔ اُس کو عقل نے ڈسرا، اس نے محبت کا مزہ نہ چکھا۔۔۔۔۔ بے شک رئیسِ عالمین
 ہی رئیسِ المومنین ہے۔۔۔۔۔ جس کو محبت و ادب کا اس و لحاظ نہیں وہ عاشقی و بندگی
 کیا جائے:۔۔۔۔۔ عاشق نہ شدی و محنتِ اُلفت نہ کشتی۔۔۔۔۔
 کس پیش تو عنہم نامہ بجز ان چہ کشاید

ایک ظاہر سجدہ ہے — ایک باطن سجدہ ہے — ظاہر سجدہ یہ ہے کہ انسان کی پیشانی خمیدہ ہو کر زمین بوس ہو جائے۔ اور باطن سجدہ یہ ہے کہ جسم و جان دونوں مسرور و اطاعت و بندگی ہو جائیں — گویا اطاعت و فرماں برداری رُوح سجدہ ہے — یہ ایک سجدہ چھ تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اسی لئے فرمایا مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﷻ جس نے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ دوسری جگہ فرمایا قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ﷻ ان سے فرمادیتے ہیں اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو، پھر اللہ تم کو محبوب بنائے گا۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کی محبوبیت کا سب سے بڑا وسیلہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی رُوح سجدہ کی جھڑک نظر آ رہی ہے۔

مجاز پرستی کے اس دور میں توحیدِ خالص کا اس طرح پرچار کرنا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں، رسولوں، نبیوں اور ولیوں کو محتاجِ محض اور عاجز مخلوق قرار دے کر نام انسانوں کی صفت میں کھرا کر دیا جائے نہایت ہی خطرناک ہے۔ خصوصاً اس دور میں جو بنیوں، رسولوں اور ولیوں سے چھوٹا دیکھ کر اسے چھوٹا اُس کا مسلمان نظر آتا تو منمن ہے مگر مسلمان رہنا مشکل ہے۔

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں

در بدر یونہی خواہ پھرتے ہیں

کے بے پرکھ لیا ہے ان کے بے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

۳۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ دَرَاةِ الْحُجْرَاتِ اِنَّهُمْ هُوَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

(ترجمہ) جو حجرول کتے سمجھے تم کو آواز دیتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

۴۔ لَقَوْلِهِمْ اِحْتٰی بِمَسَا ذُنُوْدٍ ۝

(ترجمہ) (ایمان والے وہ ہیں) جو نبی کی مجلس سے نبی کی اجازت کے بغیر نہیں جاتے۔

۵۔ فَاِذَا اسْتَاذَ نُوْكٌ لِّبَعْضِ سَاۡلِمِيْنَ سَاۡلِمٍ لِّمَنْ سِئْتٌ بِمَلُوْدٍ ۝

(ترجمہ) جو شخص اجازت چاہے اپنے کسی کام کے لئے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو (جسے

نہ چاہو اجازت نہ دو)

۶۔ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۡءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۡءِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ مِّنْهُ

(ترجمہ) رسول زسلی اللہ علیہ وسلم کے پکارتے تو آپس میں ایسا نہ ٹھہرو جیسا تم میں ایک دوسرے کو

پکارتا ہے۔

۷۔ تَدْعُوْا اللّٰهَ الَّذِيْنَ يَسْئَلُوْنَ مِنْكُمْ لُوَاۡذَا ۙ فليَحْذَرِ الَّذِيْنَ يَخَالِفُوْنَ عَنْ اٰمِرٍ اَنْ يُصِيبَهُمْ

فِنۡةٌ اَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(ترجمہ) جو لوگ مخل مبارک سے اسلے کر کھسک جاتے ہیں اللہ انہیں جانتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے خلاف

کرتے ہیں، ان کو خدا سے ڈرنا چاہیے کہ وہ آفت یا عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات، ۴

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۲

۳۔ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۴

۴۔ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۳

۵۔ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۳

۸۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا
ترجمہ) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو!
ان پر درود اور خوب سلام بھیجو!

۹۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَهْوَالُكُمْ يَاقُوْدُكُمْ
وَبِحَارِطُكُمْ خَشِيْنَ كَذٰهٰذَا مَسَاكِيْنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنْ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَجِهَادِيْ فِيْ سَبِيْلِهِ
فَاتَّبِعُوْا حَتّٰى يٰٓاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرٍ وَّ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ۷

ترجمہ) تم فریاد اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا
گنبد اور تمہاری کمائی کے بل اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا
مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ
دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

قرآن کریم میں بعض آیات وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت
فرمائی ہے یا کوئی ہدایت و نصیحت۔۔۔۔۔ ایسی آیات میں عموماً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
براہِ راست خطاب فرمایا ہے۔۔۔۔۔ بعض آیات وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
مخاند و محاسن اور ان گنت خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔۔۔۔۔ ایسی آیات میں عموماً براہِ راست
مشکلہ نون سے خطاب کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث میں بعض احادیث وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و انکسار
کا اظہار فرمایا ہے اور بعض احادیث وہ ہیں جن میں آپ نے اپنی جلالتِ شان کا ذکر فرمایا ہے۔
اب ایک آنکھ تو وہ ہے جو پہلی قسم کی آیات و احادیث پر نظر جماتے ہوئے ہے، اُس کی نظر دوسری

تقریب رسالت

مولوی اسماعیل دہلوی نے پاک و ہند کے جس ماحول میں آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے جو تقویۃ الایمان لکھی تو اس دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق اور مشائخ عظام و اولیائے کرام سے محبت و عقیدت کے چرچے عام تھے، شاہ وقت بہادر شاہ ظفر ثور اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتا تھا مولوی اسماعیل دہلوی کی انقلابی طبیعت کو یہ ماحول بیگانہ معلوم ہوا اور انہوں نے ابن عبد الوہاب کی روش پر چلتے ہوئے ماحول کے خلاف بھرپور جنگ کی اور تقویۃ الایمان لکھ کر عوام و خواص کے عشق و محبت کو کھنچھوڑا۔ علماء خیر آباد علماء بدایوں، علماء بریلی، علماء فرنگی محل، اور علماء دہلی وغیرہ نے تقویۃ الایمان کی بعض عبارات کی گرفت کی اور بعض علماء نے اس کے رد لکھے اور یہ سلسلہ چل نکلا۔ جو آج تک جاری ہے۔

تقویۃ الایمان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام محبوبانِ خدا کی جناب میں جو بے باکانہ اسلوب اختیار کیا ہے وہ ان محبوبوں کے خالق و مالک جل و علا کے کلام میں بھی نہیں ملتا۔ سارے قرآن کو پڑھ جائیے، کہیں یہ انداز نہ پائیں گے جو صاحب تقویۃ الایمان نے اپنا یا ہے تو جب خدا نے اپنے محبوبوں کا پاس دلخاک نہ رکھا ہے تو بندے کی کیا مجال کہ وہ ایسا بد لحاظ ہو جائے۔

طریقت میں جس نے قدم رکھا ہے وہ معمولی انسان کے بسے بھی بے باک نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے باک ہو۔ حسب طریقت پیکرِ عجز و انکسار ہوتا ہے، اس کو ہر گھڑی اپنی عاقبت کی فکر ہوتی ہے۔ وہ بڑے بول نہیں بولتا۔

بڑے بول وہی بولتا ہے جو اپنی عاقبت سے بے نیاز ہوتا ہے۔

تقویۃ الایمان کی ساری باتیں رد کرنے کے لائق نہیں مگر بہت سی ایسی باتیں تھک دینی ہیں جنہوں نے ساری کتاب پر پانی پھیر دیا ہے۔ کاش صاحب تقویۃ الایمان ادب کی اہمیت کو سمجھتے اور ایسی عبارات سے گریز کرتے جو مقام ادب کے منافی ہیں۔

جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبی و بے باکی کوئی معمولی بات نہیں۔۔۔۔۔ بہت بڑی بات ہے۔

یہ تو تھی صرف آواز اونچی کرنے والی بات۔۔۔۔۔ اُن کی آواز جن کے مُنہ سے نکلے ہوئے کلمات طہتِ اسلامیہ کے لیے مُجتہد ہیں۔۔۔۔۔ ایسے کلمات کا زور سے نکل جانا بھی خدا کے نزدیک باعثِ تعزیرِ شدیدِ ظہرہا۔۔۔۔۔ تو اُن کلمات کی بات کیا کی جائے جن میں اہانت و توہین کی بو آ رہی ہے۔۔۔۔۔؟

آئندہ صفحات میں مولوی اسماعیل دہلوی کی بعض گستاخانہ عبارات کا جائزہ لیا جائے گا اس سلسلے میں موصوف کے متبعین و معتقدین سے اتنی گزارش ہے کہ اگر راقم کا کوئی کلمہ یا عبارت مولوی اسماعیل کی شان میں گستاخانہ محسوس فرمائیں تو اس کی بھی اسی طرح تاویل فرمائیں جس طرح مولانا اسماعیل کی گستاخانہ عبارتوں کی تاویل فرمایا کرتے ہیں یعنی یہ کہ اُنہوں نے جو گستاخانہ عبارات لکھی ہیں اُن سے مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی نہ تھی بلکہ رب تبارک و تعالیٰ کی بڑائی دکھانا مقصود تھا۔۔۔۔۔ راقم کی بھی عبارات اور کلمات کی بھی یہ تاویل فرمائیں کہ اس سے مقصود مولوی اسماعیل کی تذلیل و تحقیر نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا بیان مقصود ہے اور بلاشبہ یہ تاویل نہ ہوگی بلکہ اظہارِ حقیقت ہوگا کیوں کہ راقم کا مسلک تو یہ ہے ع

انوت کی جہاں گیری، محبت کی سند ادانی

تعارف تقویۃ الایمان

تقویۃ الایمان کا جوائڈیشن ہمارے سامنے ہے اس کا پورا نام ہے تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان
مؤلفہ مولوی اسماعیل و نصیحة المسلمین مؤلفہ مولوی خرم علی مطبوعہ لاہور (۱۹۷۸ء)، شائع کردہ امجد
ایسٹمی، لاہور

تقویۃ الایمان ۷۰ صفحے کا رسالہ ہے جو صفحہ ۹ سے صفحہ ۷۹ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد
تذکیر الاخوان کے نام سے ایک اور رسالہ ہے، یہ صفحہ ۸۱ سے صفحہ ۲۲۷ تک پھیلا ہوا ہے، اس رسالے
کو مولوی اسماعیل سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس ڈویشن میں تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان
کے علاوہ سید عبداللہ بغدادی کے مکتوب عربی (محرمہ ۱۲۲۰ھ / ۱۸۲۲ء) کے جواب میں مولوی اسماعیل
کا مکتوب بھی ہے جو صفحہ ۳۲۹ سے ۳۳۵ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد تقویۃ الایمان کی حمایت و تائید
میں دوسرے فتووں کے علاوہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ بھی ہے جس میں دُہ لکھتے ہیں :-

۱۔ تقویۃ الایمان بہت ہی اچھی کتاب ہے اور شرک و بدعت کی تردید میں بے مثال ہے۔
ب۔ بات یہ ہے کہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بدعتیوں کو اس واسطے دشمنی ہے کہ آپ نے بدعتیوں کی
خوب مٹی پلیدی کی اور بدعتیوں کے بازار کو سرد کر دیا۔ ۳

فتووں کے بعد جامع تقویۃ الایمان نے تقویۃ الایمان کی متنازع فیہ عبارات کے بارے میں سوالات
جو اب صفحہ ۱۰ پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو عذر گناہ بدتر از گناہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ جامع موصوف نے

نے اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور (۱۹۷۸ء) ص ۳۳۷

پلے لفظ مٹی پلیدی کرنا ایک عامیاز محاورہ ہے جو ایک مفہمی و فقیہی کے شایان شان نہیں۔

سے اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان، ص ۳۳۷

پیغمبر علیہ السلام کو برا بھائی کہنے اور اللہ کے آگے چار سے زیادہ ذلیل کہنے اور ان قسم کے اور کلمات کی تاویل و توجیہ فرمائی ہے۔۔۔۔۔ مناسب تھا کہ یہ نامعقول مجھے حزن کر دیتے جاتے اور ان سے بریت کا اعلان کر دیا جاتا۔۔۔۔۔ جب صاحبِ تقویۃ الایمان نے ایسی آیات و احادیث کو نظر انداز کر دیا جن سے انبیاءِ عظیم السلام اور خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت کا اندازہ ہوتا تھا تو ایسے کلمات کو خارج کرنے میں کونسی قباحت تھی جن سے ان حضرات قدس کی تحقیر و تذلیل ہوتی تھی۔۔۔۔۔ ناشائستہ کلمات کی تاویل و توجیہ کر کے اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہرگز دانائی و ہوش مندی کی بات نہیں۔۔۔۔۔ بات سے بات بھکتی ہے، مولوی اسماعیل دہلوی نے جو راہ اختیار کی یعنی انبیاءِ عظیم السلام کی تحقیر و تذلیل کے لئے آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کرنا اور ایسی آیات کو قطعاً نظر انداز کر دینا جن سے کمالِ رفعت و بلندی کا اندازہ ہوتا ہو، ڈیڑھ سو برس گزر جانے کے بعد بھی بعض حضرات اب تک اُس راہ پر چل رہے ہیں۔ یہ کوئی الزام نہیں، ذاتی تجربہ ہے۔ سنیئے۔۔۔۔۔

فروری ۱۹۷۹ء میں ایک ضعیف العمر عالم، عقائد سے متعلق اپنی تصنیف پر تقریظ لکھوانے تشریف لائے۔۔۔۔۔ کتاب کھول کر دیکھی تو بیویوں اور رسولوں کا اس انداز سے تعارف کرایا گیا تھا کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کی بے بس مخلوق ہیں (معاذ اللہ) مثلاً یہ کہ نبی کو کونوئیں میں ڈال دیا جاتا ہے، قید کر دیا جاتا ہے، بیمار ڈال دیا جاتا ہے، دریا میں پھینک دیا جاتا ہے، مچھلی کے پیٹ میں مجبوس کر دیا جاتا ہے۔ وطن سے بے وطن کر دیا جاتا ہے۔ میدانِ جنگ میں لہو لہان کر دیا جاتا ہے، رورو کے وہ بیانی سے محروم ہو جاتا ہے، آگ میں ڈال دیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

راقم نے عرض کیا کہ اولوالعزم بیویوں اور رسولوں کا یہ کیسا تعارف کرایا ہے؟۔۔۔۔۔ فرمانے لگے یہ تو سب قرآن میں موجود ہے، راقم نے عرض کیا۔۔۔۔۔ بے شک یہ سب کچھ قرآن میں ہے مگر اسی قرآن میں :-

○ یہ بھی تو ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) کے خادم نے ملکہ سبا کا تخت سینکڑوں میل کی مسافت سے چشمِ زدن میں لا کر رکھ دیا۔

○ یہ بھی تو ہے کہ جب بیٹا اللہ کی طرف آپ کی نظریں پھریں تو سارے عالم کی نظریں اس طرف پھیر دی گئیں۔

○ یہ بھی تو ہے کہ جب آپ میدانِ جہاد میں اترے تو فرشتے فوج در فوج آپ کی مدد کو جا پہنچے۔

○ یہ بھی تو ہے کہ اُس تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کے مولیٰ نے مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک راتوں رات سیر کرائی اور پھر اُن بلندیوں پر لے گیا جس کا تصور انسان کے بس کی بات نہیں۔

اللہ اللہ یہ سارے اذکارِ قرآنِ حکیم میں موجود ہیں۔ ان کا کیوں ذکر نہ کیا؟ فرمانے لگے، :
عظمتوں کا ذکر کیا جائے تو لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں“ ————— فقیر نے
عرض کیا کہ ”اس کی فکر تو حقِ جل مجدہ فرمائے گا جس نے ایسی آیات نازل فرمائیں، آپ کیوں
اس فکر میں مبتلا ہو گئے؟ ————— پھر مجبور ہو کر فرمانے لگے کہ ”عظمتوں کی باتیں تو مساب
و مجالس میں علماء و داعیین سے سنی جاسکتی ہیں“ ————— فقیر نے عرض کیا لیکن آپ
اپنی کتاب میں اس کا ذکر نہ فرمائیں گے؟ ا ————— اس پر وہ عالم خاموش ہو گئے اور پاپوسی
یا میدی کے ساتھ اپنا مسودہ لے کر چلے گئے۔

اس سانحہ سے سخت صدمہ ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ ہمارے درمیان اب بھی ایسے لوگ موجود
ہیں جو ایسی آیات و احادیث کو برسرِ منبر بیان نہیں کرنا چاہتے جن میں محبوبانِ خدا کی تعریف و توصیف
اور اُن کی عظمتوں اور منزلتوں کا ذکر ہے۔ اس لئے بالعموم ان حضرات کا موضوع کفر و شرک ہی
رہتا ہے اور وہ محبوب سے زیادہ مغضوب کا ذکر کرنا پسند کرتے ہیں۔ ————— یہ بات
تقاضائے ایمان کے منافی ہے، کوئی مسلمان نہیں جو ایسا کرنے پر دل سے آمادہ ہو۔
اللہ تعالیٰ نے رُوئے زمین کے تمام انسانوں کو اپنی جناب میں یہ التجا کرنے کا حکم دیا
————— (اے اللہ) ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان (برگزیدہ پیاروں) کا راستہ جن پر تونے

انعام فرمایا۔۔۔ اللہ اکبر! ان پیاروں اور محبوبوں کے ذکر کے بغیر نہ دُعا، دُعا ہے اور نہ نماز، نماز۔۔۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہر دُعا میں اول و آخر دُرود شریف پڑھ لیا کرو۔۔۔ دُرود شریف کا مقبول بارگاہِ ایزدی ہونا ایک کمالی حقیقت ہے۔۔۔ جب اول و آخر کی چیز قبول ہوگی تو پھر بیچ کی چیز کیسے رد کی جا سکتی ہے۔۔۔ سبحان اللہ۔۔۔

بہر کیف ذکر تھا تقویۃ الایمان کا۔۔۔ بات کہاں سے کہاں پہنچی۔۔۔

تقویۃ الایمان میں قرآن کریم کی آیات کے غلط انطباق سے کفر و شرک کا جو معیار قائم کیا گیا ہے اگر اس کو تسلیم کر لیا جاتے تو مولوی اسماعیل کے معاصرین دوران سے قبل عالم اسلام کے کروڑوں مسلمان کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں جیسی کہ زمانہ حال میں عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کافر و مشرک قرار پاتی ہے؛ اس طرح کوئی مسلمان حکومت، اپنے ہاں مسلم اکثریت کا دعوے نہیں کر سکتی۔۔۔ اس لئے مولوی اسماعیل کے خیالات و افکار کو آسانی سے قبول کرنا سخت خطرناک ہوگا، مناسب یہ ہوگا کہ ان کو نقد و نظر کی بجٹی میں پکا کر اچھی طرح دیکھ لیا جائے اور کھوٹا دکھ الگ کر لیا جائے۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی جمود کے قائل ہیں؛ حرکت کے نہیں۔۔۔ زندگی اور فکر زندگی منازل ارتقا سے گزرتی ہے۔ اور اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اُس نے زندگی کے فطری عمل کو نظر انداز نہیں کیا۔۔۔

وہ ان معنوں میں حرکتی ہے کہ حرکت و عمل کا اُس نے پورا پورا خیال رکھا ہے۔۔۔ اور ان معنوں میں جامد ہے کہ اس کے اصول و ضوابط میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔۔۔ سب کے سب اپنی جگہ اٹل ہیں۔۔۔ وہ جامد ہوتے ہوئے جانِ حرکت ہے۔۔۔ یہی اس کا

لے بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے لوگوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں "ثما وخلق اللہ" فرمایا ہے۔ (بخاری شریف، مطبوعہ احمدی، ص ۱۰۲۴)

متفقہ

اجازت ہے اور یہی اس کا امتیاز۔۔۔۔۔ اسلامی فکر و عقیدے پر جو قلم اٹھاتا ہے اس کو اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا پڑے گا ورنہ وہ خود بھی راستہ سے بیٹھا جائے گا اور دوسروں کو بھی ہٹا دیگا۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنے مزمومات کو ثابت کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی ہے۔۔۔۔۔ اس لئے یہ ایک وکیل کی تصنیف تو ہی جا سکتی ہے، ایک مُصنّف و مصلح اور رہبر کی تصنیف قرار نہیں دی جا سکتی۔۔۔۔۔ عدل کا تقاضا ہے کہ دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے اور دونوں طرف کے دلائل پر نظر رکھی جائے۔ ابتر و کالت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف ایک سمت نظر رکھی جائے اور دوسری سمت کو قطعاً نظر انداز کر دیا جائے بلکہ کوشش یہ کی جائے کہ ایسے دلائل و براہین فراہم کیے جائیں جو دوسری سمت کو ضعیف سے ضعیف تر کر دے۔۔۔۔۔ تقویۃ الایمان کا یہی انداز ہے۔۔۔۔۔ اپنی پسند کی آیات و احادیث انتخاب کر لینا اور دُعیویان خدا کو بے کس و بے بس ظاہر کرنا، ایک مسلمان مصنف و محقق کو زیب نہیں دیتا بلکہ یہ تو ایک غیر مسلم محقق کے لئے بھی باعثِ شرم و ندامت ہے۔۔۔۔۔

مناسب یہ تھا کہ مولوی اسماعیل تقویۃ الایمان میں اُن آیات و احادیث کو بھی زیرِ بحث لائے جو اُن کے مزمومات کے خلاف تھیں، یہ تو قریباً اس لئے بجا ہے کہ مولوی اسماعیل معمولی عالم نہ تھے۔ وہ بالکل باخبر تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے افسوسناک راہِ عمل اختیار کی، اور حقائق کو چھپایا۔ تاریخ کی بنیاد و یانت داری پر ہے۔۔۔۔۔ جو اپنے پسند کے واقف کے بیانات قبول کرتا ہے اور اپنی پسند کے خلاف بیانات نہ ذکر کرتا ہے وہ نہ مصنف ہے اور نہ محقق۔۔۔۔۔ یاد آیا بقول حافظ محمد یوسف محقق پاکستانی علیہ الرحمہ (ریکارڈ کیپر، ریکارڈ آفس لاہور، جے پور) جب ہندوستان کا مشہور مؤرخ پنڈت جادو ناتھ سرکار، اورنگ زیب عالمگیر پر مواد کی فراہمی کے سلسلے میں سنٹرل ریکارڈ آفس لاہور میں (جے پور) پہنچا تو اُس کو عہدِ عالمگیری سے متعلق ایسا مستند قلمی مواد دکھایا گیا جس سے اورنگ زیب عالمگیر کے اچھے پہلوؤں پر روشنی پڑتی تھی مگر اُس نے اس لئے قبول نہ کیا کہ اُس کو اورنگ زیب کی سیرت مسخ کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنی تھی۔

عبارات تقویۃ الایمان

اب ہم ان عبارات و کلمات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تقویۃ الایمان میں آج بھی موجود ہیں اور جس پر علمائے اسلام کی ایک کثیر جماعت معترض ہے۔ یہاں ہم جدیدہ جدیدہ صرف ۱۶ عبارات نقل کرتے ہیں۔۔۔۔۔ علمائے اسلام کا اعتراض صحیح ہے یا یہ محض ایک قہقہہ انگیزی ہے جس کا داعیہ نفس امارہ ہے۔ اس کا فیصلہ مندرجہ ذیل حقائق و شواہد کی روشنی میں بخوبی کیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ تقویۃ الایمان کی عبارات ملاحظہ فرمائیں :-

پہلی عبارت :-

جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا، اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل شخص کو دے دیا کیونکہ خدا سب سے بڑا ہے اور خدا کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غذا مانہ حیثیت ہے، جیسے کوئی تاج شاہی ایک چار کے سر پر رکھ دے۔ لے

دوسری عبارت :-

جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں اپنے تمام مشکل اوقات میں اسی کو پکارنا لائق ہے، کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ؟ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہو گیا تو وہ اپنی ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا اُسے دوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ؟ کسی بھنگی، چار کا تو ذکر ہی کیا ہے؟

۱۔ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان: مطبوعہ لاہور، ص ۲۳

۲۔ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان: مطبوعہ لاہور، ص ۲۸

تیسری عبارت :-

یقین مانو ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ،
اُس کی حیثیت شانِ اُوہیت کے مقابلے پر ایک چارہ کی حیثیت سے
بھی زیادہ ذلیل ہے۔ ۱

چوتھی عبارت :-

تمام انبیاء و اولیاء اس کے سامنے ایک ذرے سے بھی کم تر ہیں۔ ۲
مندرجہ بالا اقداسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل کے نزدیک کسی بھی حالت میں غیر اللہ
سے استعانت جائز نہیں۔ نیز یہ کہ انبیاء علیہم السلام اور صلحاء اُمت شانِ اُوہیت کے سامنے ذرے،
بھنگی اور چارے سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)

جہاں تک غیر اللہ سے استعانت کا تعلق ہے انبیاء تو انبیاء غیر انبیاء سے بھی استعانت کا
حدیث شریف میں حکم ہے مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی جنگل میں راستہ بھول جائے۔ اور
کوئی رہبر نہ پائے تو یہ کہے :-

يَا عِبَادِ اللَّهِ اَعِيْزُوْنِيْ ! ۳

اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو!

اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جو نظر نہیں آتے مگر پکارنے پر بھولے بھٹکوں کو راستہ

بتلاتے ہیں۔

موسیٰ بات ہے جو بچوں کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے۔ کسی کو اللہ سمجھ کر مانگنا اور

۱۔ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مطبوعہ لاہور، ص ۲۳

۲۔ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۶

۳۔ شمس الدین محمد بن محمد بن یوسف الجوزی، حسن صحیحین، مصر، ص ۲۲

بات ہے اور اللہ کا بندہ سمجھ کر مانگنا اور بات ہے۔ مانگنے، مانگنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مگر تو ایہ کہ وہ ساری آیات جو اللہ سمجھ کر مانگنے کے متعلق تھیں اور جن کا تعلق سرسمر کفار و مشرکین سے تھا ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا گیا جو محبوبانِ خدا سے اللہ کا مقرب بندہ سمجھ کر مانگا کرتے تھے، اس طرح اچھے خاصے مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی فہرست میں شامل کر کے ان کا قتل عام کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ حقیقت میں روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کے بندوں سے اللہ سمجھ کر مانگتا ہو۔ اور بغیر عطائے ربانی کے کسی کو صاحب اختیار و اقتدار تسلیم کرنا ہو۔

مذکورہ اقتباسات میں مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بے نظموں میں ڈرہ، جھنگلی اور چھارے سے زیادہ اذیت ناک الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جن کو لکھتے ہوئے بھی قلم لرز رہا ہے۔ چھار اور جھنگلی ہندوؤں کی بیچ قومیں ہیں۔ اس لئے محبوبانِ خدا کو بدترین کفار و مشرکین اور مغضوبین سے تشبیہ دینا بلکہ ان سے بدتر کہنا کہاں تک درست ہے؟ عقل سلیم جواب دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ میں بنی ہوئی تصاویر مٹانے کا حکم دیا مگر حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تصاویر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھ لیا۔ باقی تصاویر مٹا دی گئیں اور تصویریں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے مٹائیں اور ان کی جگہ زعفران لٹائی کہ اس جگہ کو حضراتِ قدسیہ سے ایک قسم کی نسبت تو تھی ورنہ زعفران لگانے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نسبتوں کا اتنا خیال فرمایا۔ مگر مولوی اسماعیل نے انبیاءِ علیہم السلام کی ذواتِ عالیہ کو جن کی جعلی تصاویر کا محض نسبت کی وجہ سے

۱۔ علی بن برہان الدین اہلبی: سیرت حلبیہ، جلد دوم، مطبوعہ بیروت، ص ۸۷

۲۔ ابی الولید محمد بن عبد اللہ انارزقی: اخبار مکہ، مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۳۵۲ھ، جلد دوم، ص ۱۲۰-۱۲۱

پہلی تمثیل :-

ایک غلام ہے جو بالکل دوسروں کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔۔۔۔۔ اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے بہت سا صاف ستھرا مال عطا فرمایا ہے اور وہ اُس کو پوچھتا ہے اور ظاہر خرچ کرتا ہے۔۔۔۔۔ تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں۔۔۔۔۔ الحمد للہ!۔۔۔۔۔ لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔“ اے

دوسری تمثیل :-

”دو آدمی ہیں، ایک ان میں سے گونگا اور دوسروں کی ملک ہے۔۔۔۔۔ یہ اختیار و ناتواں۔۔۔۔۔ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اپنے مالک کو دو بھر ہو رہا ہے، جہاں اُسے بھیجتا ہے کبھی بھلائی نہیں لاتا۔۔۔۔۔ کیا ایسا گونگا، بہرا اور وہ شخص جو سنتا، بولتا اور لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے دونوں برابر ہیں؟“ اے

پانچویں عبارت :-

ربیع انصاریہ کی شادی کے موقع پر آپ ان کے پاس آ بیٹھے۔۔۔۔۔ بچوں نے گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔

(و فینا نبیا یعلم ما فی غد)

آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا یہ بات نہ کہو معلوم ہوا کہ کسی بڑے سے

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ النحل، ۷۳

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ النحل، ۷۶

اپنے دل سے ایک ایسی بات گھریں جو انہوں نے اپنے گھر میں نہ سنی اور وہ بھی عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے، جن کی تربیت آغوشِ صداقت میں ہوتی تھی۔۔۔۔۔ بچوں کے یہ کہنے سے کہ "وینا بنیاء لعلو فانی غدا"۔۔۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ بات زبانِ ندرِ خاص و عام کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کی باتیں جانتے ہیں۔

(ب) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تمہارے سامنے کوئی تمہاری تعریف کرے تو اس کے پیرے پر خاک ڈال دو۔۔۔۔۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کو یہ ہدایت فرماتے ہیں تو خود اپنی تعریف کیسے سن سکتے تھے، وہ سر پاجھر و انکسار تھے، انکسار کی حد ہے کہ صحابہ کرام کو اپنے لئے اٹھنے نہ دیتے تھے۔۔۔۔۔ ایسی سورت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچوں کو منع کرنا آپ کے عجز و انکسار پر محمول کیا جائے گا نہ کہ آپ کی بے خبری پر۔ (معاذ اللہ)

(ج) اگر واقعی آپ غیب کی باتیں نہ جانتے تھے اور یہ صفت خاص اللہ تعالیٰ کے لئے مختص تھی تو غیر خدا میں اس کا اقرار و اثبات کفر و شرک تھا اور اس کے لئے قائلین کی فہمائش ضروری تھی مگر حدیث شریف سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "وہی گاؤ جو پہلے گارہی تھیں۔۔۔۔۔ اور کوئی نصیحت و فہمائش نہ فرمائی۔"

(د) شادی بیاہ کے وقوع پر گانے وغیرہ کا ایک ماحول ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشادِ گرامی سے ماحول کی سنگتگی اور بے تکلفی کو برقرار رکھا اور اس کی پوری پوری رعایت فرمائی، ہر کلام کا ایک محل ہوتا ہے۔۔۔۔۔ آپ شادی کی محفل کو شادی کی محفل ہی رکھنا چاہتے تھے، نعت کی مجلس نہیں۔۔۔۔۔ یہ آپ کا انکسار تھا۔

چھٹی عبارت :-

سب کاموں کے مختار کا نام "اللہ" ہے اور جس کا نام "محمد" یا "علی" ہے

اُس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔ لہ

اللہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے اختیار نہیں کیا مگر اپنا دل چاہا تو بیک جنبشِ قلم بے اختیار بنا دیا اور اس طرح نہایت بے باکی سے خدا کے اختیار کو بھی اپنے اختیار میں لے لیا۔ جو اندازہ گفتار مولوی اسماعیل نے اختیار کیا ہے یہ اندازہ تو قرآن کریم میں بھی نظر نہیں آتا۔

یہاں یہ امر باعثِ تعجب ہو گا کہ مولوی اسماعیل جس اختیار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ثابت نہیں مانتے وہی اختیار جامع تقویۃ الایمان، مولوی اسماعیل میں ثابت کر رہے ہیں، جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے۔ خود قرآن کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے مولا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے اٹھا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سوتے سوتے اٹھا لیتا ہے۔ تو سونا اور سونے کے بعد جاگنا تو اللہ کے اختیار میں ہے، مگر مولوی اسماعیل میں اس اختیار کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختیار و اقتدار میں سبقت لے گئے۔ (معاذ اللہ)

اس اقباس میں ایک اور بات نہایت افسوس ناک نظر آتی ہے کہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام سے اجتناب کیا گیا۔ کم از کم یہ بات ایک مسلمان عالم سے متوقع نہیں۔ مگر یہ حقیقت مزید حیرت ناک ہے کہ پیش نظر پوری تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان میں نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام نہیں حتیٰ کہ اگر حدیث میں ہے تو ترجمہ میں نہیں اور ہے تو محل و مختصر، صرف اشارہ۔ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ تنگ دلی ایک معمولی مسلمان کو بھی زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ وہ حضرات جو مرشد و مصلح بن کر سامنے آئیں۔ نہ معلوم یہ کاتب کی غلطی ہے یا مستف کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کا اندازہ تو بہت سی آیات و احادیث سے ہوتا ہے۔ صرف یہی ایک آیت کافی ہے جو بتا رہی ہے کہ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب اختیار و اقتدار ہیں بلکہ طلب کرنے والے آپ کے وسیلے سے اختیار و اقتدار طلب کیا کرتے تھے۔ غور فرمائیں۔

اس اقتباس میں مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے گنہگار پیروں کی خوب مدافعت فرمائی ہے اور گنہگاروں کی تقریباً ساری اقسام گناہی ہیں، یقیناً یہ اقتباس ان کے متبعین کے لئے وجہ سکون و طمانیت ہوگا۔ غیر اللہ سے مدد لینے والا اور اس حدیث پاک پر عمل کرنے والا یا عباد اللہ اعدیون فی ایسا مشرک ہے، زمانے بھر کے گنہگار جس کے پاسنگ بھی نہیں۔ پھر اس اقتباس میں غیر اللہ سے استعانت کا ذکر نہیں بلکہ ماننے کا ذکر ہے اور غیر اللہ کو ماننے بغیر انسان مسلمان ہوتا نہیں۔ اور یہاں فرما رہے ہیں کہ ماننے سے مشرک ہوتا ہے۔ خدا جانے رواروی میں ایسی بات کیوں لکھ دی جو ان کے اپنے عقیدے میں داخل نہیں یعنی رسولوں اور فرشتوں کو ماننا جو غیر اللہ ہی ہیں۔

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر ایک واقعہ نقل کرتا چلوں۔ مولوی اسماعیل کے نزدیک اور متبعین کی مساجد میں خطبہ جمعہ سے قبل اور خطبہ جمعہ میں خطباء و ائمہ کا موضوع کفر و مشرک ہی رہتا ہے۔ ضلع تھریپارکر (سندھ) میں شہر مٹھی میں راقم نے تین سال گزارے۔ وہاں جامع مسجد میں خطیب صاحب دو جمعہ مسلسل کفر و مشرک پر بولتے رہے۔ جب تیسرے جمعہ بھی یہی تقریر فرمائی تو نماز جمعہ کے بعد خلوت و تنہائی میں راقم نے دریافت کیا کہ مسیٰ میں نمازی مسلمان تھے یا کافر و مشرک؟ انہوں نے فرمایا کہ "مسلمان"۔ راقم نے عرض کیا مگر مسلسل تین جمعوں سے تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ جمع کفار و مشرکین میں تقریر فرما رہے ہیں۔ اس پر وہ نادم ہوئے اور آئندہ جمعہ سے معذوبوں کے بجائے معذوبوں کا ذکر کرنے لگے۔ قرآن میں کفار و مشرکین کا اس لئے ذکر ہے کہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اس کے اولین مخاطب یہی لوگ تھے، اب ان آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا کھلی خیانت اور دیدہ دلیری ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کی بات چل نکلی تو یہ عرض کرتا چلوں کہ جب

یہ گواہی دے رہے ہیں کہ جب ان کے اختیار کا یہ عالم ہے تو اُس کے اختیار کا کیا عالم ہو گا جو
مختارِ مطلق ہے! ————— وہ منظرِ صفاتِ الہیہ ہیں۔ ان کی ذاتِ قدسی ہر صفت کی
جلوہ گاہ ہے۔ ————— صفات کا اقرار، ذات کے اقرار کے لئے لازمی ہے۔ ————— جو
صفات سے انکار کرتا ہے اُس کی رسائی ذات تک نہیں ہو سکتی۔ ————— جب یہ کہا
جائے کہ اقتدارِ اعلیٰ صدرِ مملکت کے پاس ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مملکت کے سارے
وزیر و امیر بے دست و پا ہیں۔ بلکہ اقتدارِ اعلیٰ کا ایک مرکز پر مرکوز ہونا اس بات کی روشن علامت
ہے کہ مملکت میں صاحبِ اختیار و اقتدار حضرات بھی موجود ہیں، یہاں ————— طوائفِ الملوک کی
نہیں۔ ————— ایک نظامِ حکومت ہے۔ ————— جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اختیاری
کی بات کرتے ہیں اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی آیات و احادیث تلاش کرتے ہیں، اُن کو اپنے عمل
پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ————— ایک مسلمان کو
یہی کرنا چاہیے؟ ————— کیا خاروں میں گل تلاش کئے جاتے ہیں یا گلوں میں خار؟

ابوداؤد شریف میں یہ حدیث ہے کہ ایک دیہاتی صحابی دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر
ہوئے اور دُعا کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کو شفیع بنانا چاہتے
ہیں۔ ————— آپ نے ازراہِ انکسار ارشاد فرمایا:۔
اللہ پاک کسی سے سفارش نہیں کراتا۔ لے

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے۔ اور
مجمع صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر ایک روحانی کیفیت طاری ہو گئی۔ ————— مگر مولوی اسماعیل
نے اس کیفیت کو نہایت مہیب شکل میں پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

آنکھوں کی عمارت

شیخان اللہ! اور تمام انسانوں میں سے افضل انسان، محبوب خدا، امجد
مجتبے محمد رسول صلعم (کذا) کی تو یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے
ایک نامعقول بات نکل گئی تو آپ کے دہشت کے مارے ہوش
ار گئے یہ

اس موقع پر مولوی اسماعیل خلیفہ معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ادب و احترام سے
پیش آئے ہیں اور یہ غالباً اس لئے کہ جو تلخ بات وہ کہنا چاہتے ہیں، نہ کھٹکے۔ مگر حسب معمول
دُرود و سلام بھول گئے اور اشارہ پر ہی اکتفا کیا، بہر کیف اس انداز بیان کو عظیم معافی و بیان میں
تاکید الذم بمایشبہ المدح کہہ سکتے ہیں یعنی مذمت کی تاکید ایسے الفاظ کے ذریعہ کرنا جو
بظاہر مدح معلوم ہوتے ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ظاہر میں شفیع بنانا مولوی اسماعیل کو اچھا معلوم نہیں ہوا حالانکہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف عالم ظاہر بلکہ عالم آخرت میں بھی گنہ گاروں کے شفیع ہیں۔
یہ ڈھکی چھپی بات نہیں، بالکل ظاہر و باہر ہے۔ عالم ظاہر میں شفاعت پر
تو یہی ایک آیت کافی ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ اللَّهُ لَهُمْ

لہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع بنانا ایک نامعقول بات ہے۔ خود قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے
عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا۔ (بنی اسرائیل: ۷۹) یہاں مقام محمود سے مراد مقام
شفاعت ہی ہے۔ اس کے علاوہ آیت مذکورہ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَىٰ آلِهِ اسے حقیقت
پر دلالت کرتی ہے۔ مسعود

۱۰ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۷

الدَّمِيُولُ نُوَجِدُ وَاللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝

(ترجمہ) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اُسے مجبُوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
اذکان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبہم وشفاعتہم
غیر فخر۔ ۷

(ترجمہ) قیامت کے دن میں انبیاء کا امام اور خطیب اور اُن کا صاحب شفاعت ہوں گا اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

ان تمام حقائق کے باوجود مولوی اسماعیل نے اپنے مطلب کی بات نکالی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کام کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور شفیق بنانا نامعقول بات ہے۔ (معاذ اللہ)۔
پھر اگر نامعقول بات ہے تو ہوش اُس کے اڑنے چاہئیں جو نامعقول بات کہے۔
سُننے والے کے ہوش اڑنا عجیب بات ہے اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش۔
قلبِ مسلم یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنا کہہ۔
”دہشت کے مارے ہوش اڑ گئے“

نتہا درجہ کی بے باکی اور کُسناسخی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش تو اُس وقت بھی قائم رہیں گے جب قیامت کی دہشت سے سب کے دل دبل رہے ہوں گے اور سب حیران و

سنة اثتران الحکم، سورة الفسار، ۶۴

سنة زک، ابا احمد بن عیسیٰ، ترمذی شریف، جلد دوم، ص ۲۰۱

ابن جلال، الدین سیوطی، خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۲۲۴

پریشان ہوں گے۔۔۔ آپ ہی دربارِ الہی میں سب سے پہلے حاضر ہوں گے۔

قرآن حکیم میں جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب پہاڑ پر تجلیاں جلوہ ریز ہوئیں تو اس کی تاب نہ لاکر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔
موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات
توعین ذات می نگری در تبستی

اسی قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ
آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ آپ نے پروردگار کی بڑی بڑی تجلیاں اور نشانیاں دیکھیں مگر مَا
زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ بے ہوش ہونا تو بہت دور کی بات ہے آپ نے تو آنکھ بھی نہ جھپکی
اور نظر بھی نہ بہکی۔۔۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ جس صفحے پر مولوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ نشانہ
کلمات لکھے ہیں اسی صفحے پر یہ شعر بھی لکھا ہے۔

از حُبِّ اِخْوَانِمْ تَوْفِيقِ اَدَبِ

بے اَدَبِ مَحْرُومِ گشتِ اَز فَضْلِ رَبِّ

اللہ اللہ! توفیقِ ادب کی التجا ہے اور بے ادبی ہوتی جا رہی ہے، سچ ہے ع

بے اَدَبِ مَحْرُومِ گشتِ اَز فَضْلِ رَبِّ

نویں عبارت

ایک حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے فرمایا:-

۱۸۔ القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۸

۱۷۔ القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۷

یوں نہ کہ جو اللہ نے چاہا اور محمد نے چاہا بلکہ یوں کہ جو جس کو اللہ و حدیث اللہ نے چاہا۔ ۱۷

یہ کلمات نا تمام نقل کئے۔ اصل الفاظ یہ ہیں :-

لا تقولوا ما شاء الله وشاء فلان ولكن قولوا ما شاء الله
شع شاء فلان. ۱۷

(ترجمہ) یہ نہ کہ جو اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا بلکہ یوں کہ جو اللہ نے چاہا پھر
فلاں نے چاہا۔

اس حدیث شریف میں حضور تو حضور، غیر کی چاہت سے بھی اعراض نہیں کیا گیا مگر چاہنے
کا سلیقہ بتا دیا۔ مگر مولوی اسماعیل دہلوی نے حدیث شریف کا وہ حصہ نقل کر کے جس سے ان کی
مزعومہ بات ثابت ہوتی تھی یہ نتیجہ اخذ کیا :-

دسویں عبارت

یعنی شان الوہیت میں کسی مخلوق کو دخل نہیں، خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور کیسا
ہی مقرب کیوں نہ ہو مثلاً یوں نہ کہا جائے کہ اللہ اور رسول چاہے گا تو کام
ہو جائے گا کیونکہ دنیا کا سارا کاروبار اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول
کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ۱۸

تخیل قبلہ کا واقعہ رسول علیہ السلام کی چاہت کا ایک ادنیٰ معجزہ ہے۔ ایک چہرے کے پھرنے
سے سارے عالم کے چہرے پھر گئے۔ یہ کوئی معمولی بات ہے؟

۱۷ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۹

۱۸ قطب الدین خان: مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف، جلد اول، لاہور، ص ۵۱۰

۱۹ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۹

تَدْنِي تَقَلُّبُ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَوْلِئِكَ قِبَلَةٌ تَرْضَاهَا
 قَوْلٌ بِوَجْهِكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا
 وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ

(ترجمہ) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں
 پھیر دیں گے اُس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا منہ پھیرو
 مسجدِ حرام کی طرف اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس طرف کرو۔
 کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۷

اے زبے شانِ عبدیتِ تری تُو جدھر ہے اُدھر خُدائی ہے
 ایک دوسری آیت میں اس چاہت کی مزید تشریح کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-
 وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ
 مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقْبَيْهِ ۗ

(ترجمہ و تفہیم) جس قبلہ کی طرف تمہاری نگاہِ کرم تھی ہم نے اُس کو اس لئے قبلہ بنایا
 کہ یہ اعلانِ ظاہر ہو جائے کہ کون تمہاری چاہت کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے تمہاری پیروی
 کرتا ہے اور کون اس چاہت کو ٹھکرا کر اُلٹے پاؤں پھرتا ہے۔

کیا خوب کہا ہے ۸

کعبہ کا کعبہ زود سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کو جس نے ٹھکرایا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور وہ مردود و ٹھکرا
 اسی لئے خلیفہ ہارون الرشید کے دستِ خوان پر جب کدو پک کر آیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ

۷ القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۱۴۴

۸ القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۱۴۳

”اپنے بھائی کی تعظیم کرو“

مولوی اسماعیل نے حسب معمول ان منکسر از الفاظ کو حقیقت پر معمول کر کے جو نتیجہ نکالا

یہ ہے :-

بارھویں عبارت

یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، جو بہت بزرگ ہوؤ۔ بڑا بھائی ہے۔ اُس کی بڑے بھائی کی سنی تعظیم کرو، باقی سب کا مالک اللہ ہے۔ عبادت اسی کی کرنی چاہیے۔ معلوم ہوا کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیاء ہوں، اولیاء ہوں، وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح جوئے بے

حدیث شریف میں صرف بھائی کا ذکر ہے، چھوٹے بڑے کا نہیں۔ مولوی اسماعیل نے لفظ بھائی کو حقیقت پر معمول کر کے اس کی تقسیم کی اور چھوٹے بڑے بھائی کا بزرگ خود تعین کیا، اس کے علاوہ حدیث شریف میں بے بسی کا کوئی ذکر نہیں لیکن چونکہ مولوی

اسماعیل انبیاء و اولیاء کو بے بس دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے یہ بات اپنے دل سے نکالی۔

مولوی اسماعیل کی تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنمور علی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی کا درجہ دینے کے لئے تیار ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم بھائی تو بھائی آپ کو باپ کہنے کی بھی ممانعت کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ

رَخَاتِ وَالنَّبِيِّينَ ۗ

نہ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص ۱۰۱

سورۃ الاحزاب، ۴۰

(ترجمہ) محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب بیویوں میں پچھلے۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ :-

الَّتِي أُدُلِي بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجَهُنَّ أُمَّهَاتُهُمْ

(ترجمہ) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم باپ سے زیادہ عزیز ہو اور جان سے زیادہ مالک و محبوب ہو۔ اُس کو بڑا بھائی "گناکس قدر جرات دے باقی کی بات ہے۔

تذکیر الاخوان مولوی اسماعیل سے منسوب کی جاتی ہے اس میں سورۃ الحجرات کی ایک آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

تیرھویں عبارت

یعنی طاقتور مسلمان بڑا بھائی "اور کمزور مسلمان چھوٹا بھائی" ہے۔ اور غیر مسلم بھائی ہے ہی نہیں۔ پھر بادشاہ ہو یا امیر، حاکم ہو یا وزیر، مولوی ہو یا مفتی، مشائخ ہو یا پیر اور امیر یا فقیر بھائی سے زیادہ کسی کی حقیقت نہیں جب مسلمان کے لئے یہ بات ہے تو کافروں کو تو گدھوں،

گتوں یا چوڑے چاروں کی طرح سمجھنا چاہیے۔ ۷

اس اقتباس سے تو یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و صلحاء بڑے بھائی "بھی نہیں بلکہ چھوٹے بھائی" ہیں کیونکہ مولوی اسماعیل کے نزدیک وہ کمزور ہیں اور معاذ اللہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے

۷ لہ القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۶

۷ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۶۸

اگر ان اقتباسات پر زیادہ غور و فکر فرمائیں تو ادر تلخ حقائق سامنے آتے ہیں۔
 پچھلے بہت سے اقتباسات میں انبیاء و اولیاء کو اللہ کی شان کے آگے (معاذ اللہ) چارہ ہی
 نہیں چارہ سے زیادہ ذیل کہہ آئے ہیں اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ کافروں کو چوڑے، چاروں کی طرح
 سمجھنا چاہئے، تو معاذ اللہ کفار و مشرکین، انبیاء و اولیاء سے ایک درجہ اوپر ہوئے۔ کیوں کہ کفار
 چار کی طرح اور وہ معاذ اللہ چار سے زیادہ ذلیل۔ اور بقول مولوی اسماعیل، کافر بھائی ہے
 ہی نہیں تو معاذ اللہ جو ان سے نیچے درجے پر ہوا وہ کیسے بھائی ہوا؟۔ اس قسم کا
 اظہار خیال تو دور جدید کے کسی غیر مسلم نے بھی نہ کیا۔ ان کلمات کو سن کر غیر مسلموں کے
 سامنے ہماری نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ افسوس صد افسوس یہ کیا لکھ دیا!
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو یہ فرماتے ہیں:-

ان الله فضل محمداً على الانبياء وعلى اهل السماء. لے
 اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور کل نبیوں پر فضیلت دی۔
 اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:-
 انا اكرم الاولين والاخرين على الله ولا فخر. لے
 میں اللہ کے نزدیک اولین و آخرین سے بہتر ہوں اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔
 اور قرآن حکیم نے جو آپ سے اُلفت و محبت کا معیار رکھا ہے، وہ ہرگز معاشرے کے کسی بڑے
 بھائی کے لئے نہیں رکھا جاتا، غور کرو، خوب غور کرو۔ ارشاد ہوتا ہے:-
 قُلْ اِنْ كَانَ آيَاتُكُمْ الْخَيْرِ

۱۔ محمد ابو عبد اللہ ولی الدین بشکوۃ المصباح: باب فضائل سید المرسلین، فصل ثالث، مطبوعہ دہلی

۲۔ ایضاً، ص ۵۱۴

۳۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۲۴ (یہ آیت سمجھے آپکی ہے)

تذکرہ آپ فرمادیں گے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور
 بہنیں اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسینے کا
 نقصان یہ چیزیں اللہ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ
 دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ الخ

اور اس آیت کی تشریح و تفسیر مزید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے :-

لَا يَوْمَ مِنْ أَحَدٍ كَوْحَتِي أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ
 أَجْمَعِينَ ۱

(ترجمہ) تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُس کے نزدیک اُس کے والد اُس
 کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایمان کی حلاوت اُس کو ملے گی۔

مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ۲

(ترجمہ) جس شخص کے نزدیک اللہ اور اُس کا رسول تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔

یقیناً یہ کوئی عظیم شخصیت ہے جس سے محبت کے لئے اس قدر قداکارانہ اور جانثارانہ جذبے

کی ضرورت ہے۔۔۔ ہاں یہ اتنی عظیم ہے جس کا تعارف خود خدا کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَاهْلِهَا لِأَعْرِفَهُمْ كَمَا عَرَفْتُكَ وَمَنْزِلَتِكَ لَوْ كُنْتُ

مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا ۳

(ترجمہ) میں نے دنیا اور مخلوقات دنیا اس لئے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو تمہاری عزت و

۱۔ محمد بن اسماعیل، بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۸، حدیث ۱۴

۲۔ بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۱۴، حدیث ۲

۳۔ احمد زینی الدہلانی، السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ، علی حاشیہ سیرت الجلبلیہ، بیروت، ص ۷ (حدیث ابن عساکر)

منزلت ہے ان پر ظاہر کروں، اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا نہ بناتا۔
غور کرو، دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار البحر۔ دار البحر کا دار و مدار دار العمل
پر ہے جب دار العمل ہی نہیں تو دار البحر کیسا، اس حدیث کا اب یہ ترجمہ ہوگا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں
دنیا و آخرت پیدا نہ کرتا۔ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے:-

لولا محمد ما خلقتك ولا ارضا ولا سماءا۔ لے

(ترجمہ) (اے آدم) اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو نہ میں تجھے پیدا کرتا اور نہ
آسمان و زمین کو بناتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلال رسالت لے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ہے:-

۱۔ يا عمرا أتدرى من أنا؟ انا الذي بعثني الله في التوراة
لموسى في الانجيل لعيسى وفي الزبور لداود ولا فخر لي
(ترجمہ) اے عمر تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں
جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے لئے تورات میں مبعوث فرمایا، عیسیٰ کے
لئے انجیل میں اور داؤد کے لئے زبور میں مبعوث فرمایا۔ اور
اس پر مجھے کوئی غرور نہیں۔

ب۔ يا عمرا أتدرى من أنا؟ انا اسمي في التوراة احيى وفي
الانجيل البارقليط وفي الزبور حميا ط وفي صحف ابراهيم
طاب طاب ۳

(ترجمہ) اے عمر! تم کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں

۱۔ احمد زینی الدحلان مکی: السیر النبویة: آثار الحمدیة: تالی حاشیہ سیرت الحلبیہ، بیروت، ص ۵

۲۔ ۳۰۲ علی بن برہان لدین الحلبی: سیرت حلبیہ، مطبوعہ مصر، ص ۲۳۳

جس کا نام تورات میں "احمد" ہے اور انجیل میں "بارقلیط" ہے، زبور میں "حمیاطا"
ہے اور صحیفہ ابراہیم میں "طاب طاب"۔

کیا ایسی عزت والے اور ایسی منزلت والے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے یہ خیال بھی کیا
جاسکتا ہے کہ وہ ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہیں اور اللہ کے بے بس بندے؟
ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کا عالم اس آیت
شریفہ سے ظاہر باہر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آلَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا
اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولَهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ
رَاغِبُونَ ۝ ۷۰

(ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے
خدا کافی ہے۔ اب ہمیں دے اللہ در رسول اپنے فضل سے، ہم اللہ کی
طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

میلوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور رب تعالیٰ کے درمیان جو حد فاصل کھینچی ہے
خود رب تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا اور اپنے ساتھ اپنے محبوب کا ذکر کر کے اس خیال کو باطل کر دیا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے بے بس ہیں۔ بلکہ اس کی معیت کا بلکہ میں مختار ہیں۔
چنانچہ بخاری شریف میں ہے:-

انه كان فقيرا فاغناها الله ورسوله۔ ۷۰

(ترجمہ) (ابن جمیل) فقیر تھا، اللہ اور اس کے رسول نے اُس کو غنی کر دیا۔

۷۰ القرآن الحکیم، سورۃ التوبۃ، ۵۹

۷۰ محمد بن اسماعیل البخاری: صحیح البخاری، جلد اول، باب قول اللہ تعالیٰ و فی الرقاب والغارمین

مطبوعہ قصور، ص ۱۹۸

دو: بے بس کیسے ہو سکتا ہے جو دوسروں کو بھی غنی بنا دے۔۔۔۔۔ ذرا غور تو کریں۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھائی کہنے میں مذہبی اور رومانہی خطرات تو ہیں ہی مگر اس میں
 بہت سے نفسیاتی اور سیاسی خطرات بھی ہیں۔

ہر انقلاب برپا کرنے کے لئے کسی نہ کسی شخصیت سے ایسی چسپیدگی اور پیوستگی ضروری ہے
 جس سے فداکاری اور جاں نثاری کے تمام عناصر موجود ہوں، اگر یہ والہانہ تعلق نہیں تو کوئی انقلاب
 برپا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ تاریخِ عالم پر نظر ڈالئے، آپ کو یہی کچھ دکھائی دے گا۔۔۔۔۔ گذشتہ
 نصف صدی میں ہندوستان، پاکستان، روس، چین، ویت نام وغیرہ میں ایسی شخصیتیں ابھریں
 قوم نے جن سے اپنے فداکارانہ تعلق کا مظاہرہ کیا اور انقلابات آئے۔۔۔۔۔ تو جب
 علاقائی انقلابات کے لئے قوم کا شخصیتوں سے ایسا والہانہ تعلق ضروری ہے تو غور کریں کہ جس
 ذاتِ قاری نے سارے عالم کو متاثر کیا اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا اُس سے کس کمال کی پیوستگی
 ضروری ہے یا نہیں؟۔۔۔۔۔ دُنیا میں اسلامی انقلاب کا سب سے بڑا محرک حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم سے ملتِ اسلامیہ کا یہی جاں نثار تعلق ہے جو مطلوب و مقصودِ قرآن ہے۔۔۔۔۔
 مولوی اسماعیل نے تقریباً ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء کے لگ بھگ بڑے بھائی کا نعرہ لگایا اور اس
 تعلق کو کمزور کیا جو سیاسی قوت کی جان ہے تو کیا ہوا؟۔۔۔۔۔ بالاکوٹ میں شکست
 ہوئی، پھر سکوتِ دہلی کا سانحہ پیش آیا اور عملاً ہندوستان ہاتھ سے چلا گیا، سلطنتِ عثمانیہ پر زوال آیا۔۔۔۔۔
 الغرض اس نعرے نے اسلامی ساکھ پر ضرب کاری لگائی۔۔۔۔۔ اور جب وہی قرآنی نعرہ
 لگایا گیا اور سب کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی طرف بلایا تو دُنیا نے دیکھا کہ سینہ رگیتی
 پر ایک عظیم سلطنتِ پاکستان ابھر رہی تھی اور جب اس جذبہ عشق کو دبا دیا تو یہی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے
 ہو گئی اور ایک جہہ گیر انتشار پیدا ہو گیا جو اسی وقت ختم ہوا جب علامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سینہ سپر
 ہو کر میدان میں آئے اور پھر دُنیا نے دیکھا کہ ایک تعمیری انقلاب آیا۔۔۔۔۔ تو ان تمام شواہد
 کو سامنے رکھتے ہوئے دل خود بخود گواہی دیتا ہے کہ سیاست و حکومت کی بنا اور استحکام کے لئے بھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دالمانہ اور جاں نثارانہ عشق و محبت لازمی ہے۔ ع
 وہ میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے

چودھویں عبارت

بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ انکسار فرمایا:-
 میں تو محض اُس کا بندہ ہی ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہو۔
 مولوی اسماعیل نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:-

مگر بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے، بندہ ہونا ہی اُس کے لئے سبب
 فخر ہے۔ نبی بن کر بشر میں خدائی شان نہیں آجاتی اور خدا کی ذات میں
 نہیں مل جاتا، بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔ ۷

یہ بات مولوی اسماعیل کو خدا سے کہنی چاہیے کہ بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔ کیونکہ خدا نے قرآن کریم
 میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس معیت و محبت کا اظہار فرمایا ہے اس کو دیکھ کر تو یہ شعر زبان پر
 آتا ہے۔ تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو، نہ خدا ہو
 اللہ ہی کو معلوم ہے، تم کون ہو، کیا ہو؟

ایک حدیث شریف میں خود ارشاد فرمایا کہ یا ابا بکر والذی بعثنی بالحق لہو
 یعلمنی حقیقۃً غیر ربی۔ اے ابو بکر! قسم ہے اُس کی جس نے سچائی کے ساتھ مجھے بھیجا
 میری حقیقت سوائے میرے پروردگار کے کسی نے نہ جانی۔ ہم کون اُن کے مقام کا
 تعین کرنے والے! خداوند تعالیٰ نے اپنی اور اپنے حبیبِ بسیب صلی اللہ علیہ وسلم سے

۷ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۷۳

۷ ایضاً، ص ۷۳

۷ محمد المہدی الفاسی: مطالع المسرات، فیصل آباد، ص ۱۲۹

محبت کے لئے دو ہر معیار نہیں رکھا، ایک ہی معیار رکھا۔۔۔۔۔ بشر کو بشر کے مقام پر رکھنے کا تعنا نہ یہ تھا کہ خدا اور بندے کے لئے محبت کے الگ الگ معیار ہوتے، لیکن نہیں، ایسا نہیں کیا گیا، بلکہ قرآن کریم میں جہاں اپنی محبت کو دنیا جہان کی محبت سے بالا تر رکھنے کا حکم دیا وہاں یہی حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی دیا اور اپنی محبت کی طرح آپ کی محبت کو بھی دنیا جہان کی محبت سے بالا تر قرار دیا اور صاف صاف فرمادیا کہ اگر تم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسی محبت نہیں کر سکتے تو عذاب الہی کا انتظار کرو۔

یہ جو مولوی اسماعیل نے کہا کہ بندہ ہونا ہی اس کے لئے سببِ فخر ہے۔۔۔۔۔ یہ غور نہ فرمایا کہ بندے تو ہم بھی ہیں، یہ فخر تو ہم سب کو حاصل ہے۔ پھر نبی اور رسول کا امتیاز کیا ہے؟ کم از کم اقبال والی بات کہہ دی ہوتی۔۔۔۔۔ وہ کہتا ہے کہ بندے تو سب ہی ہیں مگر بندہ ہونے اور اُس کا بندہ ہونے میں بڑا فرق ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ ۗ

(ترجمہ) پاکی اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔

فَأَدْخِلْنِي إِلَىٰ عَبْدِهِ ۗ

(ترجمہ) پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

سُبْحَانَ اللَّهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ! ہاں ۛ

عبد دیگر، عبدہ چیزے دیگر

ماسر ایا انتظار، اَوْ مُنْتَظَرٌ (اقبال)

وہ کہتا ہے کہ ہم جیسے بندوں کا تو حال یہ ہے کہ ہم رحمتِ باری کا انتظار کر رہے ہیں اور اُن کا حال یہ ہے کہ رحمتِ باری اُن کا انتظار کر رہی ہے۔۔۔۔۔ سُبْحَانَ اللَّهِ!

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ بنی اسرائیل، ۱

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۰

ضرور سماعت فرمائیں، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلندی پر پہنچایا کہ عقل کے پر چل گئے
 سنئے :-

ان محمدًا یوم القیامة علی کرسی الرب بین یدی الرب
 (ترجمہ) بے شک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اپنے رب کے
 حضور اُس کی کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔

اب کس کی جرات ہے جو خدا سے یہ کہے کہ تو نے اپنے حبیبِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے
 سامنے اپنی کرسی پر کیوں بٹھایا، یہ تو بشر ہے، ان کو بشر ہی کے مقام پر رکھ ؟
 پسند رہویں عبارت

ایک حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے مولوی اسماعیل لکھتے ہیں :-
 پہلے معنی کے لحاظ سے ایک چیونٹی کا سردار بھی آپ کو نہ مانا جائے کیونکہ
 آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف کے مختار نہیں۔ ۲
 ایسے الفاظ لکھتے ہوئے دل لرزتا ہے اور قلم کا پتلا ہے نہ معلوم مولوی اسماعیل نے کس دل
 سے یہ باتیں لکھ دیں !
 حدیث شریف میں آتا ہے :-

اعطیت الکنزین الاحمر والابيض۔ ۳

(ترجمہ) میرے ہاتھ میں سُرخ و سپید دونوں خزانے دے دیئے گئے۔
 جب کونین کے خزانے دئے گئے تو اب یہ کہنا کہاں تک صحیح ہوگا کہ آپ کو اپنی طرف

۱۔ تجلی الیقین، مطبوعہ مراد آباد (۱۳۰۵ھ)، ص ۲۹ بحوالہ نسیم الریاض للعلامة الشہاب الخفاجی
 ۲۔ مولوی اسماعیل دہلوی: تقریر الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۷۶
 ۳۔ محمد بوجہ اللہ ولی الدین: مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، دہلی ۱۹۳۲ء، ص ۵۱۲

کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتے۔ مگر غیظ و غضب میں یہ باتیں بھول گئیں۔
 ثابت یہ کرنا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عام انسان کی طرح ہیں، خاص اس لیے ہو گئے کہ وہ
 احکام الہی جانتے تھے اور لوگ نہ جانتے تھے۔ اس سے تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ہر عالم دین مہتمم
 رسالت پر فائز ہے۔ (معاذ اللہ)۔ اسی انداز فکر نے دعویٰ نبوت کے لیے زاہد ہوا کہ
 دی اور اب بھی بعض طبائع میں یہ امانیت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرمائے
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت کو ان کے سینے میں جگہ دے۔ آمین!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ علمی کا اندازہ تو اس حدیث شریفہ سے ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا۔
 ان اتقوا داء علمکم باللہ اناء۔

(ترجمہ) بے شک تم میں سب سے زیادہ احکام الہی کا پاسدار اور ذات الہی کا جاننے
 والا میں ہوں۔

اُس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ جو نوع انسانی میں سب سے زیادہ ذات الہی کا عرفان رکھتا ہو!
 کیا ایسی عظیم شخصیت کا اسی طرح تعارف کرنا چاہیے تھا جس طرح صاحبِ تقویۃ الایمان
 نے کرایا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ۵۰ درجہ بزرگوں کا انکسار تھا۔ چنانچہ امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے شامل ترمذی
 شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے باب میں اس قسم کی احادیث کا ذکر کیا ہے جس قسم کی
 احادیث سے مولوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج عالیہ لکھانے کی کوشش کی ہے۔
 کسی کے تواضع و انکسار سے اُس کی کمتری پر استدلال کوئی معقول بات نہیں۔ مثلاً
 تواضع میں کوئی عالم یہ کہے کہ فقیر کسی دائمی نہیں، تو کوئی معقول آدمی اس عام کو جابل و ناواقف نہیں
 کہہ سکتا۔ تواضع و انکسار اسلامی تہذیب کا ایک حصہ ہے، مغربی تہذیب میں جس کا
 نام نشان نہیں۔ احادیث کی تشریح کرتے وقت اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔

تاثرات و تمیزات

- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دُبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب و سوال کرنا ایسا ہے جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دُبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) جس نے رسول علیہ التَّحِيَّةِ والتَّسْلِيمِ کو پکارا اُس نے نَبْغَنِي اور چار کو پکارا۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دُبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے ذرے سے بھی کم تر اور چار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) جس کا نام محمد یا علی ہے اُس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) دو عالم کے تاجدار، احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے دہشت کے مارے ہوش اُڑ گئے۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بے بس بندے اور ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے توحید کے پردے میں یہ کہا کہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیونٹی کے بھی سردار نہیں۔۔۔۔۔ آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف کے

یتیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان۔

اور سنیئے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا فرما رہی ہیں:-

فصلی الملیک ولی العباد

رب العباد علی احمد

(ترجمہ) احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بندوں کے بادشاہ، بندوں کے والی اور

بندوں کے پروردگار نے درود و سلام بھیجا ہے۔

اللہ اللہ ان اللہ و ملائکته یصلون علی الشی - ۷

اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم، روت الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام

بھیج رہے ہیں۔ ۷

کعبہ کا کعبہ روتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ایک آیت ہدایت کے لئے کافی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی

ساری تقریریں ایک طرف اور یہ آیت ایک طرف۔ اس نکتہ کو حضرت فاطمہ الزہراء

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھا اور ہم کو سمجھایا۔ کاش ہماری سمجھ میں آجاتے۔!

اور دیکھئے ببل چنستان رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیا فرما رہے ہیں:-

۱۔ فاصسی سراجا مستنیرا ہادیا

یلوح کمالاح الصیقل المہند

(ترجمہ) وہ روشن چراغ اور ہادی بن کر تشریف لاتے۔ اور اس طرح چمکے جس طرح

چمکاتی ہوئی تلوار چمکتی ہے۔

۱۔ یوسف النہانی بحجۃ اللہ علی العالمین، ص ۴۱، بحوالہ شمس الدین ناصر دمشقی، سلوۃ الکتیب لوفاتہ الحسب

۵۶، سورۃ الاحزاب، ۵۶

۱۔ ابن الحرمین البرزقانی، تخریج ذیابن، ص ۱۶۶، بیروت ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۵

(ب) ما ان مدحت محمد اجمالتی
 لكن مدحت مقالتي بمحمد لے
 (ترجمہ) میں نے اپنے کلام سے آپ کی تعریف نہیں کی بلکہ اپنے کلام کو آپ
 کے نام پاک سے سنوارا ہے۔

(ج) واحسن منك لمرقط عيني
 واجمل منك لمرتد النساء
 خلقت مبراء من كل عيب
 كانك قد خلقت كما تشاء لے
 (ترجمہ) میری آنکھوں نے آپ سے بڑھ کر آج تک کوئی حسین نہ دیکھا، اور دنیا جہان
 کی عورتوں کے آغوش میں آپ سے کامل واکمل پیدا ہی نہیں ہوا۔
 آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آپ نے
 چاہا، خالق نے ایسا ہی آپ کو بنا دیا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق و محبت سے بھر پور یہ تاثرات پڑھو اور پھر دیکھو
 کہنے والے نے کس دل سے کیا کیا کہہ دیا؟

سنو! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں؟

امین مصطفیٰ للخیرید عوا

كضوء البدر زایلہ الغمام لے

(ترجمہ) وہ امین ہیں، برگزیدہ ہیں۔ بھلائی کی دعوت دیتے ہیں۔

ہاں وہ چاندنی ہیں جس سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔

لے غلام رسول گوہر: احسن الكلام۔ گوہر نظام، تصور

لے عبد الرحمن البرقونی: شفرح دیوان حسان بن ثابت، بیروت، ص ۶۶

لے تاج الدین السبکی: طبقات انشاقیۃ الکبریٰ، جلد رابع، ص ۱۶۱، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ھ

○ آپ نے ان گلزاروں کی سیر کی ————— اب بتائیے آپ نے زندگی کہاں پائی؟
 ان خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

○ آپ نے بہاریں کہاں دیکھیں؟ ————— ان خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

○ آپ نے روشنی کہاں پائی؟ ————— ان خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

○ آپ نے تازگی کہاں محسوس کی؟ ————— ان خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

سچ بتائیے ————— کسی کی رُو رعایت نہ کیجئے ————— دُہی کہئے، آپ کا دل

جس کی گواہی دے ————— دُہی بتائیے، آپ کا ایمان جس کی شہادت دے ————— بے شک

آن دیدہ کجبا کہ در جمالِ تو رسد

آن عقل کجبا کہ در کمالِ تو رسد

گیرم کہ تو پردہ بر گرفتہ ز جمال

آن رُوح کجبا کہ در جلالِ تو رسد

کیا وہ محسنِ اعظم جو راتوں کو اپنی اُمت کی مغفرت و بخشش کے لئے اٹھ کھڑا رہا۔ اور جب تک اُس

کے مولیٰ نے یہ پیغام نہ پہنچا دیا اُس کو چین نہ آیا:-

”ہاں کوئی دن گزرتے ہیں کہ ہم آپ کو آپ کی اُمت کی طرف سے خوش کر

دیں گے اور غمگین نہ ہونے دیں گے“

کیا اس احسانِ عظیم کا بدلہ یہی ہے کہ ہم آپ کی تعریف و توصیف کی بجائے آپ کے حضور

زبان کو ایسا بے لگام کر دیں کہ خود گویا تشرمانے لگے ————— ہرگز نہیں، ہرگز نہیں!

میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! ————— بات کسی عالم کے وقار کی نہیں ————— بات

وقارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ————— کیا کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی ریزات

کر سکتا ہے کہ وہ اپنی کسی بھی شخصیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو تہربان کر دے

————— نہیں نہیں ————— معاذ اللہ، معاذ اللہ ————— ہرگز نہیں، ہرگز نہیں —————

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اِخْتِتامیہ

(۱)

مولوی اسماعیل دہلوی، ابن عبدالوہاب نجدی سے بہت متاثر تھے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل حقائق سے بخوبی ہو سکتا ہے جن کو ہمارے محققین اور مورخین نظر انداز کر دیتے ہیں؛

۱۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد و افکار کا پرچار کیا؛

۲۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح توحید کی تائید اور انبیاء و صلحاء کی تنقیص میں ایک کتاب لکھی؛

۳۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح اپنے عقائد و افکار کے خلاف عقیدہ رکھنے والے عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیا؛

۴۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کے طریقہ دعوت کو اپنایا؛

۵۔ انھوں نے مولوی سید احمد بریلوی کو "امیر المؤمنین" اور امام برحق تسلیم کیا اور دوسروں سے بزور شمشیر تسلیم کرایا۔ اور اس امامت کے منکرین کے خون کو حلال جانا۔ یہی روش ابن عبدالوہاب نے اختیار کی تھی؛

۶۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح ایسے مسلمانوں کے خون کو مباح جانا جنھوں نے ان کے عقائد و افکار کی مخالفت کی۔ ان کا خون بہایا ان کے اموال کو لوٹا، ان کے گھروں کو تاراج کیا؛

۷۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح ایسی حکومت قائم کرنے کی کوشش

جس میں صرف ان کے عقائد و افکار کی ترویج و اشاعت ہو؛
 مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبد الوہاب
 کی حیات و افکار پر مختصر روشنی ڈالی جائے پھر مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے مرشد
 مولوی سید احمد بریلوی کے متعلق کچھ عرض کیا جائے تاکہ مولوی اسماعیل کے بارے
 میں جملہ حقائق سامنے آجائیں اور قارئین کرام اچھی طرح سمجھ سکیں کہ نور و ناز میں
 جو عبارات پیش کی گئی ہیں ان کے لکھنے والے کا مذہبی، فکری اور سیاسی پس منظر
 کیا تھا اور اس کے غرائم کیا تھے؛

(۲)

ابن عبد الوہاب سترھویں صدی کے اواخر یا اٹھارویں صدی کے اوائل میں
 نجد کے مقام عینہ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۳ھ / ۱۷۹۲ء میں نجد کے مقام درعیہ
 میں وفات پائی۔ ان کی زندگی میں علم و فضل سے زیادہ جوش و جذبے کی کار و نرمانی
 نظر آتی ہے اسی لئے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا سید انور شاہ کشمیری
 نے ان کے متعلق لکھا ہے :-

اصا محمد بن عبد الوہاب النجدی فاندہ کان رجلاً بليداً
 قليل العلم

(ترجمہ) لیکن محمد بن عبد الوہاب نجدی کم ہنرم اور کم علم شخص تھا۔
 اسی طرح علامہ عبد الحفیظ بن عثمان قاری طائفی نے ابن عبد الوہاب کو "جاہل
 اور غبی" لکھا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ وہ اپنے متبعین کے علاوہ
 عالم اسلام کے سوائے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے تھے، تکفیر میں تعجیل
 کرتے تھے اور بغیر عذر شرعی مسلمانوں کا بے دریغ خون بہاتے تھے، ان کے مہالی
 کو لوٹتے، ان کے گھروں کو تاراج کرتے؛

۱۔ بدر عالم فیض الباری، دیوبند ۱۹۸۸ء، جلد ۱ صفحہ ۱۷۰
 ۲۔ عبد الحفیظ بن عثمان، جلا القلوب و کشف الکروب، استانبول ۱۲۹۸ھ

حتیٰ کہ خود شیخ سلیمان بن عبدالوہاب اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب سے پوچھتے ہیں :

آپ ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو کلمہ شہادت پڑھتے ہیں نماز روزہ حج اور زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے خلق خدا کو کافر بنانے کا قول کہاں سے لیا ہے؟ پھر دریافت کرتے ہیں :

جو تفصیل آپ نے بیان کی ہے کہ اس کام کا کرنے والا مشرک اس کام کا کرنے والا مشرک۔ آپ نے یہ تفصیل کہاں سے لی ہے؟ — کیا ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے؟

ابن عبدالوہاب نے جن مسلمانوں کو اپنے خیال میں کافر و مشرک سمجھا ان کا بے دریغ خون بہایا، اس کی تفصیلات ایک ہم عصر عالم علامہ ابن عابدین شامی کی تحریر سے ملتی ہیں، وہ لکھتے ہیں :

بجہ سے عبدالوہاب کے پیروان نکلے اور انھوں نے حرمین پر قبضہ کیا۔ وہ اپنے کو اگرچہ حنیفلی کہتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو، وہ مشرک ہے بنا بریں انھوں نے اہل سنت کو اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ سلیمان نے ابن عبدالوہاب سے پوچھا :

”اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟“

انھوں نے جواب دیا : — پانچ

شیخ سلیمان نے کہا :

۱۔ الصواعق اللہ فی الرد علی الوہابیہ، مطبوعہ استانبول، ۱۹۷۵ء، ص ۵۷۔ ایضاً ص ۵

۲۔ محمد امین بن عمر معروف بر ابن عابدین : رد المحتار شرح در مختار، مطبوعہ مطبعہ المعارف، ۱۲۲۹ھ، ص ۳۹

انت جعلتها سته، والسادس من من لم يتبعك فليس بمسلمة
 (ترجمہ) آپ نے چہ اذکان بنا دیئے اور چمپٹا رکن یہ ہے کہ جو شخص آپ کی پیروی نہ
 کرے وہ مسلمان نہیں ہے؛

ابن عبد الوہاب نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو امیر درعیہ محمد بن مسعود نے ان کے ہاتھ
 پر بیعت کی پھر درعیہ کے قریب جوار میں اس مسلک کو پھیلایا گیا۔ آل سعود سے اس
 مسلک کو فوجی قوت ملی پھر حرمین شریفین اور ربڑ و جوار میں مسلمانوں کا بے دریغ
 خون بہایا گیا اور مقابر و مقامات مقدسہ کو منہدم کیا گیا اور بے حرمتی کی گئی، اس
 کی تفصیلات تاریخ نجد و حجاز (مصنفہ مفتی محمد عبدالقیوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء) میں
 مطالعہ کی جا سکتی ہیں۔ ابن عبد الوہاب اور ان کے متبعین کے اس عمل کو معاصر اور
 متاخرین علمائے اچھانہ سمجھا اور تقریباً چالیس علماء عرب نے ابن عبد الوہاب کے
 افکار و اعمال کا رد لکھا۔ خود ان کے والد ان سے خوش نہ تھے اور ان کے بھائی شیخ
 سلیمان بن عبد الوہاب نے ان کے رد میں رسالہ لکھا جس کے خوالے پیچھے پیش
 کئے گئے، یعنی الصواعق اللطیفیہ فی الرد علی الوہابیہ (۱۱۶۷ھ) یہ رسالہ ابن الوہاب
 کی دعوت کے آٹھویں سال لکھا گیا، اس میں ایک ایک کر کے ابن الوہاب کے عقائد
 و افکار کا مدلل رد لکھا گیا ہے جو قابل مطالعہ ہے؛

(۳)

مولوی اسمعیل دہلوی نے ابن عبد الوہاب کی پیروی میں اپنے عقائد ترتیب
 دیئے اور ابن عبد الوہاب کی کتاب رد الاشرک یا کتاب التوحید کے طرز پر تقویت الایمان
 لکھی پھر اس کے عملی نفاذ کی کوشش کی۔

مولوی اسمعیل ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء کو بمقام پھلت (ضلع مظفرنگر
 بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء کو بالاکوٹ (سرحد پاکستان)

ابن سلیمان نجدی: الصواعق اللطیفیہ، مطبوعہ استانبول

ابن ابو حامد بن مرزوق: التوسل بالنبی وجملة الوہابیین، مطبوعہ استانبول ۱۹۷۶ء

میں جان دی — موصوف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے چھوٹے بیٹے شاہ عبد العزیز کے فرزند تھے۔ ابتدائی کتابیں ان سے پڑھیں پھر اپنے چچا حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر سے پڑھا اور جلد ہی فارغ ہو گئے، طبیعت میں صد کا مادہ تھا چنانچہ ایک موقع پر انھوں نے اپنے چچا حضرت شاہ عبد العزیز اور شاہ عبدالقادر کی ہدایت و نصیحت پر عمل کرنے سے بھی انکار کر دیا جس سے ان کو سخت قلق ہوا۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی متعدد تصانیف میں تقویتہ الایمان زیادہ مشہور ہوئی اس کی وجہ سے مسلمانوں میں بڑا انتشار پھیل گیا جو اب تک قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خانوادہ ولی اللہی کے اکابر علمائے اس سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور ربیع الاول ۱۲۳۴ھ کو دہلی کی جامع مسجد میں باقاعدہ اس کا اعلان کیا گیا۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے اس کا رد لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا جو علالت کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے اس کے رد میں ایک کتاب تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ۔ گرامی شاگردوں کی تصویب و تصدیق موجود ہے۔ — مولوی اسماعیل کے چچا زاد بھائی مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین نے تقویتہ الایمان کے رد میں معین الایمان کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اسی طرح دوسرے بھائی مولانا محمد موسیٰ نے بھی حجۃ العمل فی اثبات اہل کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ مولانا مخصوص اللہ، تقویتہ الایمان کی فتنہ انگیزی کے پیش نظر اس کو تقویتہ الایمان کہا کرتے تھے یعنی ایمان کو ہلاک کرنے والی!

۱۔ ارواح ثلاثہ، امداد الغریب، سہارنپور ۱۳۳۵ھ، حکایت ۷۳
۲۔ مخصوص اللہ، تحقیق الحقیقہ، مطبوعہ ممبئی ۱۲۶۴ھ بحوالہ انوار آفتاب صداقت مؤلف فضل احمد
لہیائی نوی۔ ص ۲۴۔ یتھ زید ابوالحسن فاروقی، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویتہ الایمان
مطبوعہ دہلی ۱۹۸۳ء، ص ۱۴۔ یتھ ایضاً، ص ۱۰۱

مولانا فضل رسول بدایونی کے استفسار پر مولانا مخصوص اللہ ابن شاہ رفیع الدین دہلوی نے تحقیق الحقیقہ کے نام سے ایک سالہ تجریر فرمایا تھا، اس کی مندرجہ ذیل عبارت سے تقویۃ الایمان کی حیثیت متعین کی جاسکتی ہے:

۱۔ تقویۃ الایمان کہ میں نے اس کا نام تقویۃ الایمان ساتھ فائے رکھا ہے اس کے رد میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے اس کا نام معید الایمان لکھا ہے۔ اسماعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیاء اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے کیوں کہ پیغمبر سب توحید کے سکھانے کو اپنی راہ پر چلنے کو بھیجے گئے تھے، اس کے رسالے میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سنت کا پتہ بھی نہیں ہے۔

۲۔ جس رسالے سے اور اس کے بنانے والے سے لوگوں میں برائی اور بگاڑ پھیلے اور خلاف سب انبیاء و اولیاء کے ہو وہ گمراہ کرنے والا ہوگا یا ہدایت کرنے والا ہوگا؟ — میرے نزدیک اس کا رسالہ عمل نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ گر اور مُفسِد اور غاوی اور مَغْوٰی ہے۔

تقویۃ الایمان کے بارے میں یہ خیالات شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا مخصوص اللہ کے ہیں جو مولوی اسماعیل دہلوی کے تیا زاد بھائی تھے گھر کا حال اہل خانہ ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا تاثرات سے تقویۃ الایمان کی حیثیت آسانی سے متعین کی جاسکتی ہے:

غالباً تقویۃ الایمان کی اسی فتنہ انگیزی کی وجہ سے انگریزوں نے اس کی اشاعت میں حصہ لیا۔ — کیوں کہ ملتِ اسلامیہ میں انتشار و افراق ان کے مقاصدِ جلیلہ میں سے

۱۔ مخصوص اللہ، تحقیق الحقیقہ، بحوالہ مذکور، ص ۱۰۲

۲۔ ایضاً: ص ۱۰۲۔ تہ قرآنسار ڈاکٹر: العلامة فضل حق خیر آبادی، مقالہ

ڈاکٹر شمس عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد دکن، ص ۱۵۲

ایک اہم مقصد تھا جس کا اظہار اس رپورٹ سے ہوتا ہے جو نشریہ میں اس وقت لکھی گئی تھی (لندن) کی منتقد کانفرنس میں ہندوستان میں متعین انگریز پارٹیوں نے پیش کی، ملاحظہ فرمائیں :-

ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غذا تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں، وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غذائی کی تلاش کی گئی تھی، لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپے چپے پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بھی بحال ہو گیا ہے تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔

یہ تھے انگریزوں کے عزائم اور اس کی تکمیل کے لئے انھوں نے شری سے شری اور شریفیہ سے شریف مسلمانوں کو اپنی حکمت عملی سے استعمال کیا — کسی کو خبر تھی کہ وہ کس کا آلہ کار بنا ہوا ہے اور کوئی اپنی سادگی اور سادہ لوحی کی وجہ سے اس سے بے خبر تھا؟

(۴)

مولوی اسماعیل دہلوی نے ابن عبد الوہاب کی تصنیف کتاب التوحید (ردال شرک) کو سامنے رکھ کر اپنے عقائد و افکار کا ڈھانچہ تیار کیا جس کا نام تقویۃ الایمان رکھا، حقیقت تو یہ ہے کہ کتاب التوحید گویا متن ہے اور تقویۃ الایمان اس کی شرح ہے۔ پھر جس طرح ابن عبد الوہاب نے کتاب التوحید کے عملی اور حتمی نفاذ کے لئے اقتدار و حکومت کا سہارا لیا اسی طرح مولوی اسماعیل نے بھی اقتدار و حکومت کا سہارا لیا — اور جس طرح محمد ابن عبد الوہاب نے ان مسلمانوں سے قتال کیا جنہوں

۱۔ میں بڑے سینھان (مقدمہ علامہ خالد محمود) مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء، ص ۶
۲۔ کتاب التوحید کی شرح تقویۃ الایمان کے بھی علماء نے بکثرت رد لکھے جن کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق پچاس سے تجاوز کر چکی ہے (مستعد)

نے ان کے عقائد و افکار کی مخالفت کی یا ان کے اقتدار کو تسلیم نہیں کیا اسی طرح مولوی اسماعیل نے بھی اپنے عقائد و افکار کی اشاعت و ترویج اور قطعی نفاذ میں مانع مسلمانوں سے قتال کیا۔ تفصیلات آگے آتی ہیں۔

۴، جمادی الآخرہ ۱۲۳۱ھ / ۴، جنوری ۱۸۲۶ء کو مولوی اسماعیل دہلوی اپنے مرشد مولوی سید احمد بریلوی کے ہمراہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک مہم پر راجپوتانہ، سندھ، بلوچستان ہوتے ہوئے افغانستان میں داخل ہوئے اور وہاں سے دسمبر ۱۲۳۱ھ / ۱۲، کولہ کو چارترہ کے علاقہ ہشت نگر پہنچے۔ ایک مہینہ نہ گزرا تھا کہ مولوی اسماعیل نے اپنے مرشد مولوی سید احمد کا اشارہ پا کر ان کو امام برحق تسلیم کیا اور امیر المؤمنین بنا دیا اور یہ حکم ناطق نافذ کیا:

”جو شخص آبخناب کی امامت ابتدا ہی سے قبول نہ کرے یا قبول

کے بعد اس سے انکار کرے وہ ایسا باغی ہے کہ اس کا خون بہانا

حلال ہے اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد

اس معاملے میں عاجز کا مسلک یہی ہے لہذا اعتراض

کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی مار ہے نہ تحریر

و لفتیر لے

مولوی سید احمد بریلوی نے افغانستان کے والی امیر دوست محمد خاں کے نام ۱۲۳۱ھ کو جو خط لکھا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے مولوی سید احمد کا اشارہ پا کر اور ان پر ایمان بالغیب رکھ کر یہ قدم اٹھایا۔ مولوی سید احمد والی موصوف کو لکھتے ہیں:-

”خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے سب نے امامت کی بیعت

اس عاجز کے ہاتھ پر کی اور جمعہ کے روز عاجز کا نام خطبے میں لیا گیا

اس خاکسار ذرہ بے مقدار کو اس بلند مرتبے کے حاصل ہونے کی بشارت

غیبی اشارے اور الہام کے ذریعہ جس میں شک و شبہ کی گنجائش

ہیں ہے، دی گئی تھی،
 مولوی اسماعیل دہلوی کے ہم سبق اور اس تحریک کے رفیق کار مولانا محبوب علی
 نے اس اعلانِ امامت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا اور خلوتِ نماز میں مولوی سید
 احمد بریلوی کو مشورہ دیا۔

”آپ یہ نہ کہیں کہ میں امیر المؤمنین اور زمین پر اللہ کا خلیفہ ہوں
 اور میری اطاعت تمام لوگوں پر واجب ہے کیوں کہ یہ نہالی بات
 رئیسوں اور سمجھداروں کو وحشت میں ڈالتی ہے“
 مگر مولوی سید احمد نے اس مشورے کو منظر انداز کر دیا اور مولانا محبوب علی
 سے کہا کہ خاموشی سے اطاعت کئے جاؤ، ان کے لئے یہ مشکل تھا تو وہ اجازت
 لے کر وطن واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اس خیال سے کہ ہمیں دوسرے
 لوگ بھی ان کو چھوڑ کر چلے جائیں، مولوی سید احمد نے اعلان کیا:-
 ”جو بھی میرے پاس سے اپنے وطن کو لوٹ کر جائے گا، اُس کا ایمان گیا“
 مولوی محبوب علی کے چلے جانے کے بعد اس تحریک کو جو صدمہ پہنچا اس کا
 محمد جعفر تھانیسری نے اس طرح ذکر کیا ہے:-

”مولوی محبوب علی کے اغوا سے جو کاروبار جہاد کو صدمہ پہنچا ویسا
 صدمہ اس لشکر کو آج تک کسی سکھ یا ڈرائی کے ہاتھ سے نہ پہنچا
 تھا۔ مولوی محبوب علی کے فتنے کے بعد مدت سے ہندوستان سے
 مخالفوں کا آنا بند ہو گیا۔ اکثر معاونین جہاد دست بستہ ہو گئے۔“

۱۴۸ ابوالحسن فاروقی: مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، ص ۸۸، بحوالہ مکتوب سید احمد شہید، ص ۱۴۸

۱۴۹ محبوب علی: تاریخ الائمہ (قلبی)، محررہ ۱۳۵۲ھ، ص ۸۹۵، ص ۱۴۹ ایضاً، ص ۸۹۴

۱۵۰ مولوی محبوب کے ساتھ مجاہدین کی ایک بڑی جماعت واپس چلی گئی تھی۔ اس کو
 جعفر تھانیسری نے ’اغوا‘ سے تعبیر کیا ہے:

۱۵۱ محمد جعفر تھانیسری: حیات سید احمد شہید، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۲۳۶

مولوی سید احمد کا وہی مسلک تھا جو ان کے دست راست اور مرید ابصفا مولوی اسماعیل دہلوی کا تھا، یعنی دونوں حضرات پاک و ہند کے اکثر علماء و مشائخ اور مسلمانوں کو کفر و ارتداد میں ملوث سمجھتے تھے جس کا اظہار مولوی سید احمد نے رئیس ٹونک (بھارت) نواب وزیر الدولہ کے نام ایک مکتوب میں کیا ہے؛

مولوی سید احمد کے اعلانِ امامت کے بعد ان کو شرک و شبہ کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور یہ خدشہ ظاہر کیا جانے لگا کہ آپ کا مقصد خاص مقاصد کی تکمیل کے لئے اقتدار و حکومت حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ آپ نے ۶ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ کو حاکم پشاور سلطان محمد خاں نے نام ایک اطلاع نامہ ارسال فرمایا اور اس کی نقول طرف جوانب میں ارسال کیں۔ اس میں ان خدشات کو رفع فرمایا۔ جو کچھ تحریر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے :-

- ۱۔ مسلمان امرار میں کسی کے ساتھ ہماری منازعت نہیں؛
- ۲۔ نہ مومنین روساء میں سے کسی سے ہماری مخالفت؛
- ۳۔ لئیم کافروں سے ہمارا مقابلہ ہے، نہ مدعیان اسلام سے؛
- سلطان محمد خاں نے اس وضاحت کو کافی نہ سمجھا اور جواباً لکھا :-
- ۱۔ یہ دعویٰ کہ مسلمانوں سے نہیں بلکہ کفار سے لڑنے آئے ہیں۔ ابلہ فریبی ہے؛

- ۲۔ آپ کا عقیدہ فاسد اور نیت کا سد ہے؛
- ۳۔ آپ فقیر ہو کر ارادہ امامت و حکومت رکھتے ہیں؛
- ۴۔ ہم نے بھی خدا کے واسطے کمر باندھی ہے کہ تم کو قتل کر کے اس زمین کو تم سے پاک کریں گے؛

۱۔ ابوالحسن فاروقی: مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان ص ۸۸ بحوالہ مکتوبات سید احمد شہید۔
 ۲۔ ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ تواتر تاریخ عجیبہ مؤلفہ جعفر متایسری و مکتوب سید احمد شہید ص ۱۵-۲۸
 ۳۔ ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ مذکور۔

سلطان محمد خاں کے اندیشے غلط نہ تھے چنانچہ ۱۸۳۰ء کو مولوی سید احمد اور ان کے رفقاء نے پشاور اور کوہاٹ پر قبضہ کیا، اس مہم میں دو ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ایک ہزار مجروح۔۔۔ سب سرداروں سے بیعت لی مگر سردار پانیدہ خان نے بیعت نہ کی۔ سید احمد کے ساتھیوں نے اس سے جنگ کی اس کے علاقہ کو تاراج کیا اور اس پر قبضہ کیا؛ پانیدہ خان نے سردار ہری سنگھ سے مدد لے کر سید احمد اور اسماعیل دہلوی پر غلبہ حاصل کیا اور سکھوں کو انعام و اکرام سے نوازا، اسی طرح سلطان محمد خاں نے بھی پشاور و کوہاٹ پر قبضہ کے بعد بہار چورنگیت سنگھ کو ایک قیمتی ٹھوڑا نذر کیا اور مولوی سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے رفیقوں کے خلاف مدد طلب کی :

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد کچھ اور ہی تھا، سکھوں سے جنگ کرنا مقصود نہ تھا ورنہ مقامی مسلمانوں کا سید احمد کے خلاف سکھوں سے مدد طلب کرنا کیا معنی؟

مولوی سید احمد کے رفقاء میں رفیق خاص مولوی محبوب علی نے سب ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ اپنے اپنے وطن واپس جا کر حقوق العباد ادا کریں۔ انہوں نے سوال کیا۔

”جہاد کہاں ہے؟“

”تم نے کونسے دن کسی کافر کو مارا ہے؟“

مقامی مسلمانوں کے خلاف قتال و جدال نے بعض مقامی علماء کو سید احمد اور مولوی اسماعیل سے بدظن کر دیا جس کا اندازہ خود مولوی سید احمد کے مکتوب سے

۱۔ جعفر تمنا نیسری: تواریخ عجیبہ، ص ۱۴۹

۲۔ مولود علی: تاریخ تناولیاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۴۷-۵۶

۳۔ جعفر تمنا نیسری: تواریخ عجیبہ، ص ۱۴۹

۴۔ غلام رسول مہرز سید احمد شہید، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۲۴۶

سے ہوتا ہے۔ اس مکتوب سے پتا چلتا ہے کہ مقامی علماء آپ سے برگشتہ ہو گئے اور آپ کو ملحد و بے دین سمجھنے لگے۔
مولوی محبوب علی نے لکھا ہے:

” (مقامی مسلمان) سید احمد کے اعلان امامت کے بعد آپ سے لڑے اور قتال کیا۔۔۔ جناب سید صاحب کے لوگوں نے مقتولین کے اموال میں مالِ غنیمت کی طرح تصرف کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ سید صاحب خلافت کے لائق نہیں لہذا سب نے بیعت توڑ دی اور کہا ہم تمہارا اتباع کسے، امر میں ہمیں کشتیجے ایک اور حادثہ پیش آیا۔۔۔ سید احمد کے رفقاء جبراً افغان عورتوں اور بیواؤں سے نکاح کرنے لگے۔ چنانچہ خویشی خاں کی ایک لڑکی کا جبراً نکاح ہوا جس نے اس کو برہم کر دیا۔ اس نے خان خٹک سے مل کر ایک مہم چلائی جس کے نتیجے میں سید صاحب کے مقرر کردہ تمام سرداروں کو قتل کر کے ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس صورت حال نے سید احمد کو سخت مایوس کر دیا اور انہوں نے مایوسی کے عالم میں اپنے ساتھیوں سے منسوخ کیا۔

میں اب اس سرزمین کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ یہ نہیں بتا سکتا کہ کہاں جاؤں گا۔۔۔ میں آپ کو رخصت دیتا ہوں آپ مجھے رخصت دیں گے۔

مگر چند رفیق جو باقی رہ گئے تھے وہ آپ کے ساتھ رہے، مایوس ہو کر آپ

۱۔ محبوب علی: تاریخ الامتہ فی ذکر خلفاء الامتہ (۱۲۴۴ھ - ۱۲۵۱ھ) ۷، قلمی مخزنہ

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، قلعہ آباد، دہلی، ص ۸۹۱

۲۔ نیدلوانن فاروقی، مولانا اسماعیل ہلوی اور تقویۃ الایمان بحوالہ حزب لی اللہ کی تاریخ کا مقدر از مولانا

عبد اللہ شمس، ص ۱۷۰

۳۔ ایضاً، ص ۱۷۱-۱۷۲

چل پڑے، واپسی میں آپ کا غان پہنچے، ذرہ بھوکہ میں شیر سنگھ پر شب خون مارا، آگے بڑھ کر بالا کوٹ پر قبضہ کیا، پھر مظفر آباد فتح کیا۔۔۔ سید احمد کے خلاف چوں کہ مقامی مسلمانوں کی مدد کر چکے تھے اس لئے سکھوں کے خلاف اس مہم میں مقامی مسلمانوں نے بھی مدد کی، اس طرح فیصلہ کن جنگ ہوئی اور بالا کوٹ کے ایک حصے میں محصور مولوی انیس دہلوی اور ان کے سارے رفقاء مارے گئے؛ سید صاحب کے باڈی کارڈ مولوی معفر علی نقوی لکھتے ہیں:-

”حضرت امیر المؤمنین درہماں جماعت از نظر من غائب شہید ہوئے،
(یعنی اسی جماعت میں امیر المؤمنین میری نظروں سے غائب ہو گئے،
میدان جنگ سے غائب ہونے کے بعد آج تک آپ کو کسی نے نہ دیکھا
چنانچہ آپ کی وفات کی کوئی مستند اور قابل ذکر شہادت تاریخ سے نہیں ملتی۔
مولوی اسماعیل دہلوی کو ہلاس اناس، سونگھنے کی بہت عادت تھی، میدان
جنگ میں دشمن پر حملے اور انتقال کی جو کیفیت محمد جعفر تھانیسری نے لکھی ہے وہ
یہ ہے:-

”ناس سونگھ کر لشکر کفار میں گھس کر آپ شہید ہو گئے“

یہ بھی لکھا ہے کہ چوں کہ آپ کو ناس (ہلاس، فسوار) سے پیار تھا اس لئے
آپ کی قبر پر لوگ فسوار چڑھا کر منیوں اور مردوں مانگتے ہیں،

(۵)

تاری کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر اتنے دُور دراز مقام پر جا کر
یہ مہم جونی کیوں کی گئی۔ اس سلسلے میں محققین اور مورخین کے پانچ نظریات
ملتے ہیں:-

۱۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کے خلاف تھی؛

۱۔ محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، ص ۲۸۸

۲۔ ایضاً، ص ۳۱۵، ۳۔ ایضاً، ص ۳۱۶

- ۲۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ اسلامی تحریک تھی؛
- ۳۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ آزادی وطن کی تحریک تھی؛
- ۴۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ سکھوں کے خلاف تحریک تھی؛
- ۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک نظریاتی اور فرقہ وارانہ تحریک تھی؛
- ۱۔ اگر یہ تحریک واقعی انگریزوں کے خلاف تھی تو یہ بات تعجب انگیز ہے کہ سید احمد اوزان کے رفقاء نے انگریزوں کی عمل داری میں میلوں سفر کیا مگر وہ مزاحم نہیں ہوئے بلکہ بقول حسین احمد مدنی:

جب سید احمد کا ارادہ سکھوں سے جنگت کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے تحت ہتھیاروں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔

محمد جعفر تھانیسری نے بعض ایسے حقائق پیش کئے ہیں جن انگریزوں سے مولوی سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کا ربط خاطر ظاہر ہوتا ہے۔

— ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سید صاحب حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو ایک انگریز سوداگر نے آپ کے قافلے والوں کو کھانا پیش کیا۔

— ایک جگہ لکھا ہے کہ انگریزوں کی دعوت پر سید صاحب نے مولوی اسماعیل کو وعظ و نصیحت کے لئے بھیجا، چنانچہ:

اُس دن تقریباً دس ہزار مہم صاحب اور صاحب لوگ آپ کے وعظ سننے کو جمع ہوئے تھے۔

ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سید صاحب نے ہرم پر روانہ ہوئے تو شیخ غلام علی رئیس اعظم الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر بہار کا ضلع شمال مغربی کو باقاعدہ

۱۔ حسین احمد مدنی، نقش حیات، جلد دوم مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۴۱۹

۲۔ محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۱

اسلام بھجوانی ہے

۲۔ اگر یہ تحریک اسلامی تھی تو اس مہم جوئی میں ہندوؤں سے کیوں مدد مانگی گئی اور ہندو افسروں کو اپنی فوج میں کیوں بھرتی کیا گیا؟ مولوی حسین احمد لکھتے ہیں :-

سید صاحب کا ہندو ریاستوں کو مدد اور شرکت جنگ کی دعوت دینا اور اپنے توپ خانے کا افسر راجہ رام راجپوت کو مقرر کرنا خود اس کی دلیل ہے کہ آپ ہندوؤں کو اپنا محکوم نہیں بلکہ شریک حکومت بنانا چاہتے تھے۔

۳۔ اگر یہ آزادی وطن کی تحریک تھی اور اس کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ حکومت قائم کرنا تھا جیسا کہ مولوی حسین احمد کا خیال ہے تو پھر سید احمد کا عہدہ امامت اور خلافت پر فائز ہو کر اپنی حکومت قائم کرنا کیا معنی؟

۴۔ اگر یہ تحریک سکھوں کے خلاف تھی تو مقامی مسلمانوں اوروں کا ہری سنگھ اور رنجیت سنگھ سے مدد طلب کرنا کیا معنی؟ — مولوی حسین احمد نے لکھا ہے

”سکھوں سے جنگ فرقہ واریت کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس بنا پر تھی کہ وہ انگریزوں کے حلیف و مددگار تھے،“

لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر انگریز — سید احمد کی کیوں مدد کرتے حقیقت میں انگریز سید صاحب سے نہیں بلکہ سکھوں سے خوف زدہ تھے جن پر اس وقت تک وہ غلبہ حاصل نہ کر سکے تھے۔

۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک منظر یاقی اور فرقہ وارانہ تحریک تھی یعنی اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک حکومت قائم کر کے خاص قسم کے عقائد و افکار وہاں نافذ کئے جائیں۔ اس خیال کی توثیق مولوی محبوب علی کے اس بیان سے ہوتی ہے :-

۱۔ محمد جعفر تھانوی، حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۵ء، ص ۱۷۸
۲۔ حسین احمد مدنی، نقش حیات، جلد دوم مطبوعہ کراچی، ص ۲۲۲ سے ایضاً، ص ۲۲۳

”میں نے جب سید صاحب کی مجلس کا یہ حال دیکھا، سمجھ گیا یہ کام ان کے بس کا نہیں اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ اختلافات کے جگڑوں میں علما مائے جاہل گئے اور جاہلوں کا مذہب سید صاحب کے کشفیات اور معارف ہوں گے۔“

مولوی محبوب علی نے جس اندیشے کا اظہار فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصل جنگ افکار و عقائد کی جنگ تھی جس کی تصدیق و توثیق دوسرے تاریخی تاریخی حقائق و شواہد سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً جب سید صاحب ۱۲۳ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو انھوں نے وہاں اپنے حلقہ اثر میں ایک خواب کی تشہیر کی جس کا لب لباب یہ ہے :

۱۔ چاروں فقہاء کے مذہب میں سے کوئی مذہب مجھے پسند نہیں، کوئی طریقہ میرے طریقے پر نہیں۔

۲۔ مشہور طریق اولیاء اللہ میں کوئی طریقہ میرے طور پر نہیں۔

اس خواب سے سید صاحب کے مسلک کا بخوبی تعین کیا جاسکتا ہے۔ یہی وہ ہے کہ جب سید صاحب اپنی ہم پر صوبہ سرحد پہنچے تو وہاں مولوی اسماعیل پلوی کا بل قندھار، سمرقند اور ماوراء النہر وغیرہ کے علماء سے مسئلہ وجوب تقلید پر بحث کرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ بنظاہر ”جہاد“ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ خود

مولوی سید احمد نے اپنے عزام کا اس طرح اظہار فرمایا ہے :

”مجھ سے خلقت کو جو فیض ایمانی پہنچا ہے روز بروز ترقی پر ہے گا

اور انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان، خراسان، چرک، ترکہ اور

پلیدی بدعت سے میرے ہاتھ سے یکسر پاک و صاف ہو کر انوار

اسلام سے منور (ہوں گے)

۱۔ محبوب علی، تاریخ الائمہ دہلی، محرمہ ۱۲۵۰ھ، ص ۸۹۵ (نوٹ) اس موضوع پر شاہ حسین گریزی (کراچی) کی تصنیف قابل مطالعہ ہے (سنو) ۲۔ محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱

یہ ”چرکِ مشرک“ اور ”پیدی بدعت“ وہی ہے جس کے خلاف ابن عبدالوہاب نے تلوار اٹھائی اور ہزار ہا ہزار مسلمانوں کا خون بہایا۔
مولوی سید احمد نے اپنے متبعین کو نفسیاتی طور پر خوابات اور بشارات کے ذریعہ متاثر فرمایا۔۔۔۔۔ اپنی مہم پر روانگی سے قبل اپنی ہمیشہ سے جو کچھ فرمایا وہ قابلِ توجہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

”اے میری بہن! میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بات یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک، اور ایران کا رفس، اور چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سننت زندہ نہ ہو جائے گی رب العزت مجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اگر قبل ظہوران واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر خلف بھی کہے کہ سید احمد میرے رو برو مر گیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا کیوں کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مارے گا۔“

جن امور کا سید صاحب نے ذکر فرمایا ہے ان میں سے کوئی پورا نہ ہوا اور سید صاحب تشریف لے گئے۔ اگر ان باتوں کو سچ مانا جائے تو قاری کے دل میں یہ دوسو سو پیدا ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ حق جل مجدہ نے سچا وعدہ نہ فرمایا۔ یہ خیال الحاد کی طرف لے جا سکتا ہے، لامحالہ ہی کہا جائے گا کہ سید صاحب نے جو اشارہ پایا وہ من جانب اللہ نہ تھا۔۔۔۔۔ بعض حضرات نے سید صاحب کی شکست کی یہ تاویل فرمائی کہ (معاذ اللہ) ”شکست سننت انبیا ہے، اگر یہ شکست ہوتی تو سننت انبیا کیسے پوری ہوتی؟“۔۔۔۔۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب سیرت سید احمد شہید میں ایک جگہ

بالواسطہ طور پر ایسے گستاخانہ قول کو نقل فرمایا ہے۔
 منذر جسہ بالا حقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کی تحریک
 ایک نظریاتی تحریک تھی۔ جن عقائد و افکار کی سید صاحب اور مولوی اسماعیل
 نے تبلیغ کی ان کا خاصہ ہے کہ وہ جبر کے بہانے میں پھلتے پھولتے اور پھیلتے
 ہیں جس ماحول میں جبر نہ ہو آزادی فکر ہو وہاں سمٹ جاتے ہیں۔ ایسے ماحول
 میں ان نظریات کے حاملین کی یہ کوشش رہتی ہے کہ تحریر و تقریر کے ذریعہ
 سیدھے سادھے اور پڑھے لکھے مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا
 کر کے ان کے دلوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کی محبت سرد
 کر دیں ان کو ان حضرات عالیہ کی جناب میں بے باک بنا دیں اور یہ خیال نہیں
 فرماتے کہ ان نفوس قدسیہ سے محبت و اخلاص کا تعلق ایمان میں حرارت
 پیدا کرتا ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اسی قسم کے افکار و عقائد کی اشاعت
 کے لئے پہلے تقویتہ الایمان تحریر فرمائی اور پھر تلوار اٹھائی۔ تقویتہ الایمان
 کے بارے میں محمد جعفر تھانی سری کے یہ اثرات قابل توجہ ہیں :-
 ”اس کی عبارت بڑی پر زور مثل ننگی تلوار کے ہے جس کی نورانی
 شعاعوں سے مشرکوں اور گورپرستوں کے دل کباب ہوتے ہیں۔“
 یہاں تھانی سری نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور بزرگان
 دین کے چاہنے والوں کو ”مشرکوں اور گورپرستوں“ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ انھیں
 کے دل ”تقویتہ الایمان“ کی ان بے باکانہ عبارات سے مضطرب ہوتے ہیں،
 جن کے نمونے نوروز نامہ میں پیش کئے گئے ہیں۔

ہمارے بعض مورخین نے تاریخ پر فرقہ واریت کا رنگ چڑھایا اور تاریخ کو
 کچھ کا کچھ بنا دیا۔ مورخین و محققین نے مولوی سید احمد بریلوی کے سلسلے میں ایسی
 متضاد باتیں لکھ دی ہیں جن کو پڑھ کر حیرت اور وحشت برہمتی جاتی ہے کلیات
 جامعات کے نصاب اسی کے مطابق مڈوں ہوئے ہیں، بہت سی غلط باتیں لکھی گئی ہیں

جو بلا برپھائی جا رہی ہیں۔ — مؤرخین و محققین میں سب سے پہلے اس بلج حقیقت کو مشہور مورخ ڈاکٹر ارشد تیاق حسین قریشی نے محسوس کیا اور ایک مجلس میں بر ملا اعتراف کیا، اب تک جو تاریخ لکھی گئی ہے وہ سب بکھڑو ہے، ان کی مراد پاک ہند کی اس تاریخ سے تھی جو مولوی سید احمد اور مولوی آئیل اور بعض دیگر علماء کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے عقائد و افکار کو صحیح مان لیا جاتا تو پاکستان و ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کا فز و مشرک قرار پاتی ہے اور ان کے نزدیک جب القتل۔ اس لئے ان عقائد و افکار کو تسلیم کرنا کسی بھی دانا و بینا مسلمان کیلئے ممکن نہیں۔ عہد جدید کے عالم و عارف مولانا زبیر ابوالحسن فاروقی مجذبی نے کیا خوب فرمایا ہے :

”چاروں برحق اماموں کا زمانہ تیسروں ثلاثہ رہا ہے، جس کی خیریت اور خوبی کی خبر سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عطا کی۔ بارہ سو سال سے تمام دنیا کے مسلمان ان کی پیروی کر رہے ہیں، اس عرصے میں ہزار ہا علماء اسلام ان حضرات کے بیان کردہ ہر مسئلے کو بار بار پرکھ چکے ہیں، او اس پر مہرِ تصدیق لگا چکے ہیں۔ ان حضرات کو چھوڑنا اور انٹھویں یا بارھویں صدی کے کسی فرد کو اپنا مقتدا بنانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ سوائے اعظم کا ساتھ دو، بلکہ آپ نے یہ ارشاد کیا ہے،

”میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی،“

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ، پرنسپل

گورنمنٹ ڈگری کالج ہٹھلہ (سندھ - پاکستان)

۳۱ سوال المکرم ۱۴۰۴ھ

۱۳ جولائی ۱۹۸۴ء





